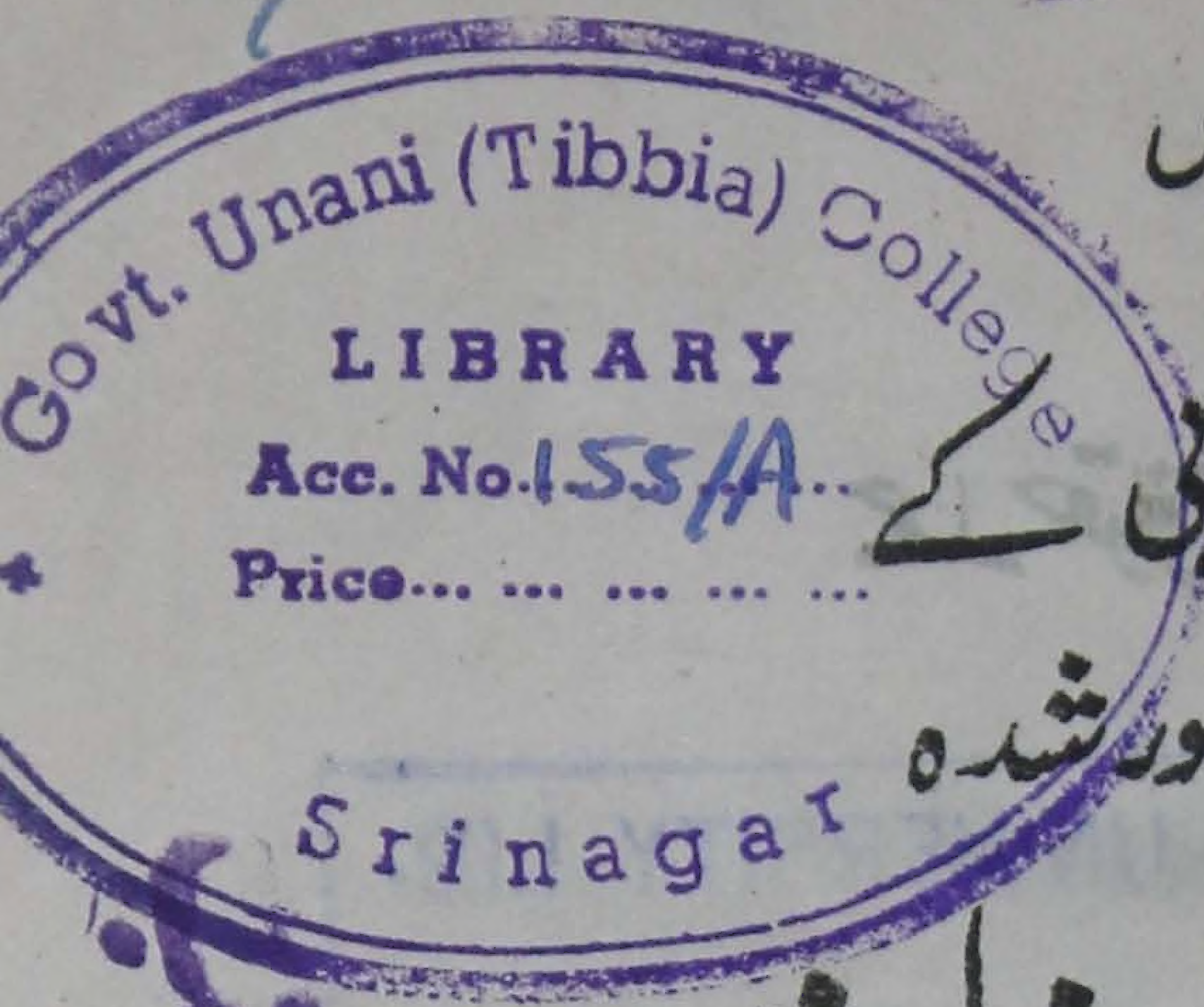


155/A

ST 01 17



جملہ حقوق محفوظ ہیں

حیدر آباد دکن و یو۔ پی کے
محکمہ تعلیمات میں منظور شدہ

زنانہ خط و کتابت کا بیشال مجموعہ

غیر کے خطوط

2952

ان

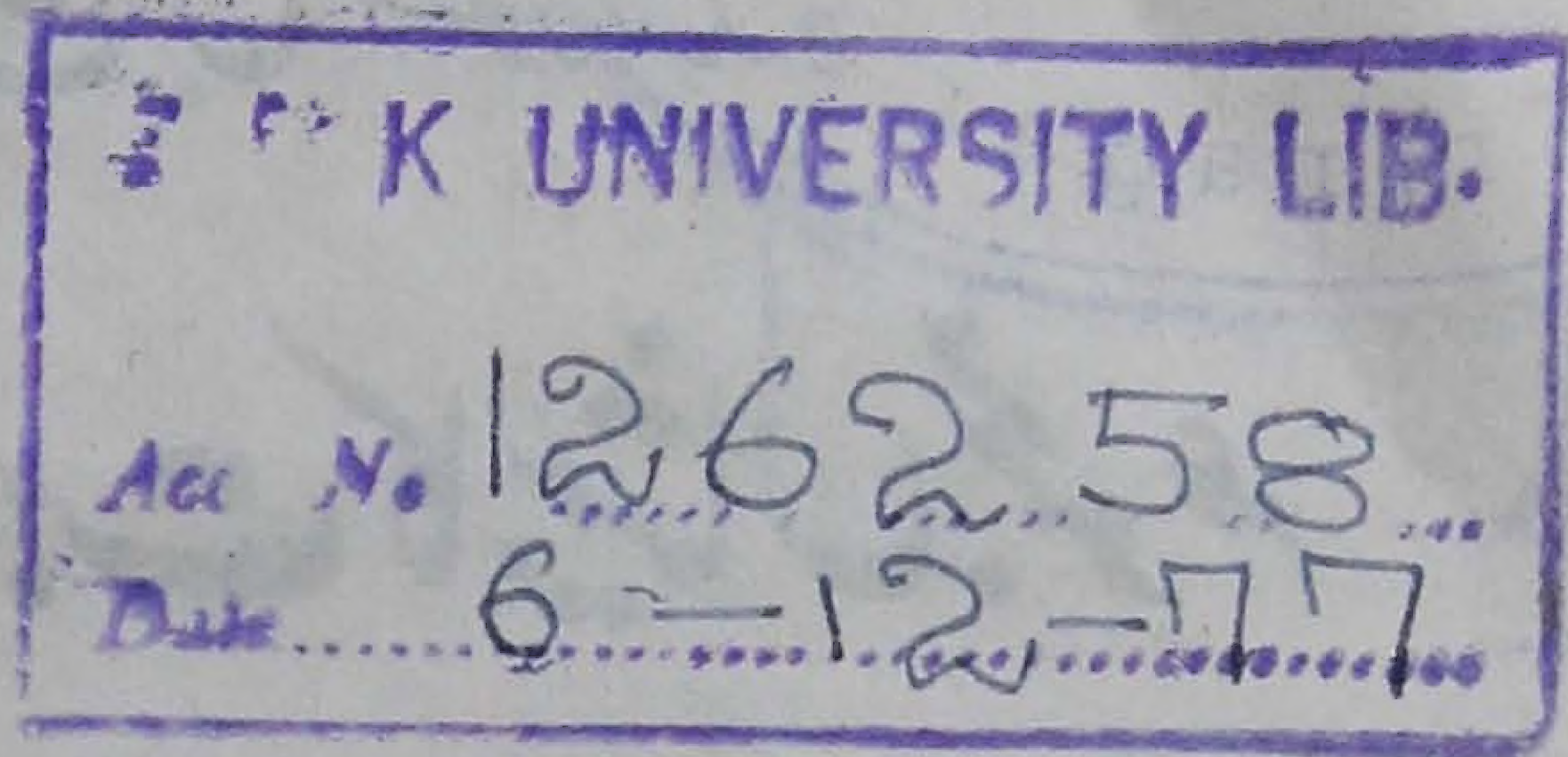
رضیہ سلطانہ چمن دہلوی

پیشہ

یا کتاب گھر اردو بازار جامع مسجد دہلی

پتہ نظام دار احمد شاہ خان
بازار جامع مسجد دہلی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں



بارششم



ایک روپیہ آنے

مطبوعہ

کوہ نور پریس لال کنواں دہلی

قیمت

انتساب

آنسوؤں کی لڑیوں کے ساتھ

اپنی ہمیشہ جنت آشیاں محترمہ خدیجہ خاتون کے نام

اس دعا کے ساتھ کہ خدا کی لاتعداد رحمتوں کے

پھول اس مزار مبارک پر برستے رہیں جن میں وہ

مٹھی بند سورہی ہیں اور خدا جنت الفردوس میں

اُن کی پاک روح کو دائمی سکون عطا فرمائے آمین

رضیہ محمد رحیم

پیش لفظ

ازپنڈت برجموہن صاحب و تاتریہ کیفی دہلوی مدظلہ
لوگ کہتے ہیں کہ خط لکھنا ایک آرٹ ہے۔ میں کہتا ہوں کہ خط لکھنا نفسیاتی ترجمان
ہے۔ انسان جو جی میں اتلے لکھ دیتا ہے۔ وہ آرٹ ہو یا اپنے خیالات کی ترجمانی خطوں کے
اس مجموعہ میں پوری طرح موجود ہے۔ مجموعہ "رضیہ سلطانہ چین" دہلی کی تصنیف ہے
ممكن ہے ایسے خطوط بھی اس میں ہوں جو انہوں نے واقعی اپنی سہیلیوں کو اور رشتہ داروں
کو بھیجے، مگر کمال یہ ہے کہ یہ خط تصنیف نہیں معلوم ہوتے، اور خط و کتابت کا یہی اعلیٰ معیار
ہے۔ مرزا غالب کے اردو خطوط کیوں اتنے سراہے جاتے ہیں یہی ہے نا! جیسے وہ مکتوبات
سے باتیں کر رہے ہیں:

زنانہ خطوط نویسی کو ادب کا شعبہ مولوی سید احمد مؤلف فرہنگ آصفیہ نے بنایا تھا
مگر اسے جگ بیت گئے اب معاشرت کا رنگ کچھ اور ہے۔ اس لئے ان خطوط کا لب
و لہجہ بھی دوسرا ہی ہونا تھا۔ چمن صاحبہ کو قلم اور رقم پر اچھی قدرت ہے۔ زبان نہایت
ستھری، اسلوب میں کہیں الجھن نہیں۔ تصنیع کا کہیں نام نہیں۔ خیالات بہت شائستہ
اور بہت سی کام کی باتیں ان خطوں میں ملتی ہیں۔ کہیں کہیں راشد الخیری اور ظیر احمد کا اثر
بھوٹ نکلا ہے۔ اور کون ایسی شائستہ خاتون ہے جس نے ان کی کتابیں نہ دیکھی ہوں۔ میر
مراد پند و عطا اور خط و کتابت سے ہے۔ ان چیزوں کے ساتھ تکلف پیدا ہو جاتا ہے

غالب اس سے بہت بڑھ کر نکل جاتے تھے۔

چمن صاحبہ مصنف ہیں۔ ان کی ایک کتاب "لعل و گوہر" بہت پسندیدہ
ہمیز ہے۔ اس سے ان کے مطالعہ کی وسعت اور پاکیزگی تخیل کا پتہ چلتا ہے۔ رسالوں میں
ان کے مضمون بھی پسند کئے جاتے ہیں۔ خطوں کا یہ مجموعہ خدشات کے لئے بہت مفید
ثابت ہوگا، کیا اچھا ہو کہ اسے زنانہ نصاب میں لے لیا جائے۔ لڑکیوں کے لئے یہ خطوط
بہت دلچسپ کارآمد اور مفید ہیں۔

میں امید کرتا ہوں کہ چمن صاحبہ اپنے مطالعہ اور تحریر کا شوق کو جاری رکھیں
گی اور ایسی ہی مفید تصنیفوں سے قوم کو فائدہ پہنچاتی رہیں گی۔ اللہ ان کو فراغت اور فرصت
دے۔
برجوبہن و تاتریہ کیفی

دہلی ۱۵ اپریل ۱۹۴۲ء

از ملا محمد ارفضی و اعدی ادبیر ماہنامہ ادیب دہلی

خط لکھنا سکھانے والی مردوں کو تو بہت سی کتابیں دی گئی ہیں۔ اور وہ مردوں
کے لئے بھی ہیں اور عورتوں کے لئے بھی۔ مگر ایسی کوئی کتاب کم از کم میری نگاہ سے نہیں
گذری اور میرے خیال میں نہیں آئی جو عورتوں کو خط لکھنا سکھانے کی غرض سے کسی
عورت نے مرتب کی ہو۔ محترمہ رفیہ سلطانہ چمن دہلوی غالباً پہلی بیوی ہیں جنہوں نے
اس میدان میں قدم اٹھایا ہے۔ نیز "رفیہ کے خطوط" میں سے جتنے خط میں نے پڑھے
ہیں ان سے مجھ پر یہ اثر ہوا کہ عورتوں کے لئے کیسی بھی کتاب لکھی جائے اسے مرد کی نسبت
عورت ایک اعتبار سے یقیناً بہتر لکھ سکتی ہے۔ عورت کی طرح مرد عورت کو نہیں

پھر مرد کے تصورات وہاں تک کیونکر پہنچنے ممکن ہیں جہاں اُن کا تصور پہنچ جاتا ہے۔ عورت سمجھتی ہے کہ عورت کو عورت سے کس لہجے میں خطاب کرنا چاہیئے۔ کس انداز سے کرنا چاہیئے۔ کس بات سے عورت پر کیا اثر ہوگا۔

محترمہ رضیہ سلطانہ چین یعنی رضیہ کے خطوط کی مصنفہ کو لکھنے کا ویسے بھی سلیقہ ہے۔ اُن کے مضامین رسالوں میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی کئی کتابیں بھی چھپ چکی ہیں اور ہونہار خاتون معلوم ہوتی ہیں۔

واحدی

از سبحان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب جمیعتہ علماء ہند دہلی
اردو خط و کتابت اگرچہ نام کو تو معمولی سی چیز ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خط لکھنے یا کسی خط کا جواب دینے کا سلیقہ ہر شخص کو نہیں آتا۔ ہر شخص خط و کتابت کے طریقے اور طرز سے واقف نہ ہو وہ اگر کسی کو خط لکھے یا کسی کے خط کا جواب دے تو یقیناً بعض ایسی مضحکہ خیز غلطیاں کرے گا کہ ہنستے ہنستے پیٹ میں بل پڑ جائیں۔ اس امر سے انکار نہیں ہو سکتا کہ یورپین تعلیم نے ہماری خط و کتابت کو ایک نئے سانچے میں ڈھال دیا ہے۔ اس وقت اس سے بحث نہیں کہ نئے سانچے میں ڈھلی ہوئی خط و کتابت سابقہ طرز تحریر سے بہتر ہے۔ یا اس سانچے کی ساخت نے پہلا روپ کھو دیا ہے۔ یا ہمیں اس مثال کی مِصداق بنا دیا ہے۔ کہ گویا سنس کی چال اور اپنی بھی بھول گیا۔ سانچہ کتنا ہی خوشنما اور اچھا ہے لیکن خط و کتابت کی جو چیز اصل روح ہے وہ اب اسی طرح تشنہ توجہ ہے جس طرح پہلے زمانہ میں تھی۔ اور اب چونکہ عورتوں نے بھی اس میدان کا شہسوار بننا قبول کر لیا ہے۔ اس لئے اور بھی زیادہ توجہ کی ضرورت ہے جس میدان کو مردہ سر کر سکے اور بعض دفعہ تو

غیر معمولی قابلیت کے مردوں نے بھی جس راہ میں کھڑے ہوئے اس میں صنفِ نازک کا گامزن ہونا اگرچہ زمانہ کی رفتار سے تعجب انگیز نہیں لیکن محتاجِ توجہ ضرور ہے۔ اس لئے ایک عرصہ سے اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ کوئی خدا کا بندہ اس راستہ کی رہنمائی کرے اور اس میدان میں چلنے والی بہنوں کے لئے ایک ایسی بنیاد اور پگڑنڈھی بنا دے جس پر ہماری بہنیں آہستہ آہستہ چل سکیں۔ اور ان کی چال بعض بد سلیقہ مردوں کی طرح مضحکہ خیز نہ ہو۔ خدا کا شکر ہے کہ میری طرح اس ضرورت کا احساس بجائے مردوں کے دہلی کی ایک شریف اور معزز خاتون نے کیا وہ معزز خاتون رضیہ سلطانہ چین ہیں جو اس سلسلہ میں ایک کتاب لکھ رہی ہیں۔ کتاب کا نام "رضیہ کے خطوط" رکھا گیا ہے اس میں سے بعض میں نے پڑھے ہیں۔ خطوط پڑھ کر مجھے مسرت ہوئی۔ خدا تعالیٰ رضیہ سلطانہ کی اس کوشش کو کامیاب فرمائے۔ جس ضرورت کی جانب مردوں کو توجہ نہ ہوئی اللہ تعالیٰ نے وہ کام صنفِ نازک سے لے لیا ہے

ایں سعادت بزورِ بازو و تمسیت

تانا بخشد خداے بخشندہ

میں رضیہ سلطانہ کو مبارکباد دیتا ہوں کہ خط و کتابت جو کتاب وہ مرتب فرما رہی ہیں وہ کتاب نہ صرف ان کی بہنوں کے لئے مفید ثابت ہوگی بلکہ نوشت و خواند کے کچے مرد بھی اس سے فائدہ اٹھائیں گے

فقیر احمد سعید کان اللہ اعلم

از نواب خواجہ محمد شفیع صاحب ہلوی اردو مجلس دہلی
 راقم الحروف نے "رضیہ کے خطوط" جستہ جستہ دیکھے نہایت مبارک اقدام
 ہے۔ نہ صرف یہ سلسلہ اچھی انشاء و پیدائشی کا بلند نمونہ ہے۔ بلکہ ایک انداز سے پسند و نصائح
 کا بھی مجموعہ ہے۔ میرے خیال میں یہ کتاب ہر گھر میں رکھنی ضروری ہے

خواجہ محمد شفیع دہلوی

۳۰ فروری ۱۹۲۲ء

تعارف

میری پیاری سہیلی رضیہ سلطانہ چمن جمن کی مضمون نگاری کا بسکہ ہندوستان بھر میں رواں ہے۔ اور جن کی شہرت ایران و عرب اور مغربی ممالک تک پہنچ گئی ہے دہلی کے صوفی منش رئیس حاجی غلام مجبوت الہی صاحب کی صاحبزادی ہیں۔ وہ ہندوستان کی راجدھانی دہلی میں پیدا ہوئیں۔ سن ولادت ۱۹۲۱ء ہے۔ اس اقبال مند خاتون کو پانچ چھ سال کی عمر میں ہی تحصیل علم کا اتنا شوق تھا کہ وہ صبح کی نماز سے پہلے اپنے مکتب میں پہنچ جاتی تھیں۔ چنانچہ بہت چھوٹی سی عمر میں قرآن شریف اور دینیات کی تعلیم سے فارغ ہو کر سکول میں داخل ہوئیں۔

میونسپل گرل اسکول میں تعلیم کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن نصاب تعلیم نے انھیں بیزار کر دیا۔ وہ جانتی تھیں کہ یہ نام نہاد نصاب ایم، اے اور بی اے تو بناتا ہے لیکن انسان نہیں بناتا۔ چنانچہ گھر پر تعلیم کا آزاد سلسلہ شروع ہوا۔ طبیعت میں علم و ادب سے مناسبت قدرتی طور پر موجود تھی۔ بہت جلد اردو ادب پر اتنا عبور حاصل کر لیا کہ ان کے ہاتھوں چمن اردو کی آبیاری ہونے لگی۔

۱۹۳۳ء میں ان کی شادی ہوئی۔ ان کے شوہر محمد رحیم دہلوی ایک مصروف

تاجراور ایک مشہور ادیب ہیں۔ وہ کئی کتابوں کے مصنف ہیں اور کئی کتابوں کے مترجم ہیں۔ اُن کی وہ سب کتابیں جو کئی کئی مرتبہ چھپیں اور جنہوں نے شہرت دوام حاصل کی اسی دور کی لکھی ہوئی ہیں۔ جب کہ انھیں اس عالی مرتبت ادیبہ کی رفاقت حاصل تھی۔

رضیہ سلطانہ چین کی بے پناہ قوتِ تخلیق کاراڑ اُن کی سلیس اور عام فہم زبان میں پنہاں ہے۔ وہ جس موضوع پر لکھتی ہیں الفاظ میں مصری کی ڈلیاں گھول دیتی ہیں اُن کا انداز بیان اس قدر اچھوتا ہے کہ پڑھنے والے کے سامنے بالکل تصویر سی کھنچ جاتی ہے۔

وہ مبہم قصے اور غیر فطری انسا نے سنانے کی بجائے ہماری معاشرت کی خام کاریوں پر بیاکانہ تنقید کرتی ہیں۔ اور سماج کی تباہ کن بندشوں کو توڑ ڈالنے کیلئے ہمیں اصلاحِ معاشرت کی عملی شکلیں بتاتی ہیں۔ موجودہ ہمت شکن فضا میں جبکہ کسی قانون کو گیسوئے اردو کے سنوارنے کا اہل نہیں سمجھا جاتا، چمن صاحبہ نے دوسرے آدمیوں کے برعکس اپنے مضامین میں مسائلِ حاضرہ پر غور و فکر کر کے زندگی کی پیچیدگیوں کے حل کرنے کی بہترین صورتیں پیش کیں۔ انھوں نے جو کچھ لکھا اپنے ملکی ماحول اور اسلامی روایات کے درمیان رہ کر لکھا۔ تاکہ ارباب اختیار سمجھ سکیں کہ اُن کے مشوروں پر غور کر سکیں۔ ایک مرتبہ اردو رسائل میں زورِ شور سے یہ بحث چھڑی کہ مرد زیادہ مکار ہوتے ہیں یا عورتیں زیادہ مکار ہوتی ہیں۔ دونوں طرف سے ایک دوسرے پر بڑھ چڑھ کر الزامات لگائے گئے۔ ہر فرقہ نے اپنے آپ کو فرشتہ کہنے میں اور دوسرے کو شیطان ثابت کرنے میں کوئی عکسراٹھا نہیں رکھی۔ اچھے اچھے صلح کن اس رد میں بہہ گئے اور بڑے بڑے مدبر

اس راہ میں بھٹک گئے لیکن تعصب اور فرقہ واریت کے اس زبردست طوفان میں ایمان داری اور سچائی کی بات جس نے کبھی وہ یہی رضیہ سلطانہ چمن ہیں۔ انہوں نے اپنے مضامین میں ثابت کیا کہ عورت ہو یا مرد ہر جاندار اسی مادی دنیا کا باشندہ ہے۔ جنت کا فرشتہ یا دوزخ کا شیطان نہیں ہے۔ ہر صنف میں خرابیاں بھی ہیں اور خامیاں بھی ہیں۔ کیونکہ انسانی فطرت نہ بالکل سیاہ ہوتی ہے۔ اور نہ بالکل سفید ہوتی ہے۔

رضیہ سلطانہ چمن کو اپنے ملک سے اُلفت ہے۔ اور وہ اس کی روایات کی زبردست محافظ ہیں۔ لیکن اس کے باوجود قدامت پسندی کی جہالت میں مبتلا نہیں۔ وہ مغرب کی تہذیب کو شک کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے بھی اس میں سے ہر وہ چیز قبول کرنے کیلئے تیار رہتی ہیں جس سے ہماری فطرت مسخ نہ ہو جائے۔ اور ہم اپنی اصلیت کو کھو نہ دیں۔ ان کے مضامین قومیت اور وطنیت کے جذبہ کے علمبردار ہیں۔ انہوں نے ملکی سیاست کا بغور مشاہدہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ کلکتہ کے مشہور اخبار "ہندو" کے ایڈیٹر مولانا ملیح آبادی نے "اگر میں ڈکٹیٹر ہوتا" کے عنوان پر ایک سیاسی مضمون لکھا تھا جو کافی مقبول ہوا اور اردو رسائل نے اسے مستقل عنوان کا درجہ دے کر چوٹی کے ادیبوں کو مقابلہ کی دعوت دی اور ماہنامہ "مشرق خیال" نے بھی حد مقرر کر دی تھی۔ دو صفحہ سے زیادہ کوئی مضمون شائع نہیں کیا جائے گا۔ مشہور خواتین اور معروف حضرات نے اس مقابلہ میں حصہ لیا۔ لیکن چمن صاحبہ نے جب اس عنوان پر قلم اٹھایا تو قارئین نے ان کے کمال کا اعتراف کیا۔ اور ماہنامہ "مشرق خیال" میں جا بجا مختلف مقامات سے فرمائشیں آئیں کہ موصوفہ اس عنوان پر کچھ اور

بھی لکھیں۔ چنانچہ ماہنامہ "محشر خیال" نے اپنی وہ شریکہ اس عنوان پر دو صفحے سے لبا کوئی مضمون شائع نہ ہو سکے گا۔" واپس لے لی اور صرف چمن صاحبہ کے لئے واپس لے لی۔ اور ان سے درخواست کی کہ وہ اس عنوان پر مزید لکھیں۔ چنانچہ انہوں نے پھر بھی جو کچھ لکھا اسے ہر طرف قبولیت عام کی سند ملی۔ کیونکہ وہ ہندوستان کے دکھی غلاموں کے دلوں کی بازگشت تھی۔ یہی شہرت افزائی تھی جس کے سبب "محشر خیال" کے قلمی معاونین کی فہرست میں ان کا نام مستقل طور پر شامل کیا گیا۔ اور کچھ ہی عرصہ بعد انہیں اس کا ایڈیٹر بنا دیا گیا۔ مردانہ رسائل کے اراکین ادارہ میں کسی - خاتون کی شرکت ایک ایسا اعزاز ہے جو ہندوستان بھر میں مشکل سے دو چار خواتین کو حاصل ہے۔

عہد سلف کی ان جانباز خواتین کے صحیح حالات کی تشہیر و اشاعت چمن صاحبہ کا محبوب مشغلہ ہے۔ جنہیں متعصب مورخین کی غلط نگاری کے سبب آج ہم بھولے بیٹھے ہیں انہوں نے تاریخ میں سے چمن چن کر ایسی دلیر عورتوں کے حالات شائع کئے جنہوں نے اپنی دلیری کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ اور دنیا کے بڑے حصہ پر فرمانروائی کی تھی چنانچہ اسی تاریخی عنوان پر حمید آباد ریڈیو اسٹیشن نے ان کی تقریریں براڈ کاسٹ کیں اور دہلی کے مشہور رسالہ ادیب میں ان کے مضامین مسلسل شائع ہوئے اور ہر طرف سرسے گئے۔ ان کیلئے ہندوستان کی مشہور زمانہ ملکہ نور جہاں کے حالات اس علمی قابلیت اور فرمانروائی کی لیاقت کے سبب خاص طور پر اپنے اندر ایک شش رکھتے ہیں انہیں جب معلوم ہوا کہ ہندوستان کی اس محبوب ملکہ اور عالی وقار خاتون کا مزار لاہور میں عبرت مکی تصویر بنا ہوا ہے۔ دن میں اس کے اندر گائے بھینس چرتی ہیں اور رات کو چمگادریں اس میں بسیر کرتی ہیں

تو انہوں نے منروا مودی ٹون کو جو اُس زمانہ میں ملکہ نورجہاں کی کہانی کو "پکار" کے نام سے فلما رہی تھی یہ مشورہ دیا تھا کہ وہ اس فلم کے آخر میں کوئی ایسا ٹکڑا رکھ دیں جس سے نہ صرف اس پر شکوہ ملکہ کے مقبرہ کی زبوں حالی سے ہی واقف ہو جائیں بلکہ فراہمی رقم کی بھی کوئی شکل پیدا ہو تاکہ اس کی شایان شان مرمت ہو سکے۔ لیکن چونکہ بد قسمتی سے ہمارے ملک میں فلم کو ابھی تک اپنے ارفع و اعلیٰ مقاصد کا ذریعہ نہیں بنایا گیا۔ اور اس سے صرف غریبوں کا خون چوس کر فلمی سرمایہ داروں کی تجویروں کو لبالب بھر دینے کا ہی کام لیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ تجویز عملی جامہ نہ پہن سکی، لیکن رضیہ سلطانہ چین مایوس ہونا نہیں جانتیں انہوں نے آخر کار براہ راست پنجاب کے وزیر اعظم سر سکندر حیات کو مقبرہ کی شکستہ حالی کی طرف متوجہ کیا چنانچہ وہاں کے آثار قدیمہ کو چین صاحبہ کی شکایت سے آگاہ کیا گیا اور کچھ ہی عرصہ بعد محکمہ آثار قدیمہ نے اطمینان دہ حالات سے اطلاع دی۔

تحریر ہی صناعتیوں اور ادبی دلکشیوں پر توجہ دینے کے ساتھ ساتھ انہوں نے سیاسی حقائق اور ملکی واقعات کا بھی بغائر مطالعہ کیا ہے۔ ظالم تجویروں کے دستِ ظلم سے اپنے ملک کو بچانے کے سوال پر ہندوستان میں کہیں اختلاف نہیں ہے۔ آج ہر مذہب اور ہر صائب الرائے کی یہی خواہش ہے۔ اور یہی آرزو ہے کہ ملک کو دشمن کے مقابلہ کیلئے تیار کرایا جائے۔ اور ہندوستان کے بچاؤ کیلئے پوری قوت سے کام کیا جائے۔ چنانچہ اسی سلسلہ میں بھی چین صاحبہ نے بھی چند مفید تجویزیں پیش کی ہیں۔ جنہیں برٹش براڈ کاسٹنگ نیو دہلی نے سرکاری ڈاک کے ساتھ لندن بھیجا ہے۔ اور امید ظاہر کی ہے کہ لندن میں چین صاحبہ کے مشورہ پر پورا پورا غور کیا جائے گا۔

"مکمل باورچی خانہ" پہلی چیز ہے جسے ترتیب دے کر انہوں نے کتابی صورت

شائع کیا۔ کچھ تو چین صاحبہ کے مضامین کی مقبولیت اور کچھ اس لئے بھی کہ کتاب اپنے موضوع کے لحاظ سے خواتین کے لئے بیک وقت مفید اور سبق آموز چیز تھی۔ یہ کتاب اس طرح ہاتھوں ہاتھ لی گئی کہ شاید اردو کی بہت کم کتابوں کو ایسی مقبولیت نصیب ہوئی ہوگی، اب تک کئی مرتبہ چھپ چکی ہے۔ اور اب پھر قریب الختم ہے۔ اب اس کتاب کا نام "رضیہ کا شاہی دسترخوان" ہے۔ مغربی مشرقی کشیدہ کاری، ان کی دوری کتاب ہے۔ جو من کشیدہ پر بہترین کتاب سلیم کی گئی ہے۔ بہت سے لوگوں کا دعویٰ ہے کہ اردو میں آج تک ایسی شاندار اور دیدہ زیب کتاب نہیں چھپی تھی۔ بہت بڑے سائز پر اس کا بہت خوبصورت ٹائٹل اپنا دلکش ہے کہ آنکھوں کے سامنے سے اسے ہٹانے کو جی نہیں چاہتا۔ پھر اس کے علاوہ انہوں نے اپنے نام کی مناسبت سے واقعی اس میں چین بھلا دیا ہے۔ ہزاروں بیل بوٹے ہیں جو بہت خوبصورت ہیں

"لعل و گوہر" ان کی تیسری کتاب ہے۔ جس میں انہوں نے بیکار آمد اور خیر خیر مقولے جمع کئے ہیں۔ اس کی اشاعت پر گاندھی جی نے چین صاحبہ کا شکریہ ادا کیا اور ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب پرنسپل جامعہ ملیہ دہلی چین صاحبہ کی اس ادبی خدمت کو بیک وقت سراہا ہے۔ اس کے مطالعہ سے فطرت میں وسعت، دل میں درد اور اخلاق میں بہت پیدا ہوتی ہے۔ اور وہ ہم کو مضبوط ارادہ کا بل ہمدردی اور دلسوزی کا سبق پڑھاتی ہے۔ ڈاکٹر آف انڈیا کی ایگزیکٹو کونسل کے ممبر سر جوگندر سنگھ نے "لعل و گوہر" کی تعریف کی ہے۔ اور اس کی تشہیر و اشاعت میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ حیدر آباد سرکار عالی کے محکمہ تعلیم نے لعل و گوہر کو مدراس کے کتب خانوں اور انعام کے لئے موزوں قرار دیا ہے۔ اور جامعہ ملیہ دہلی نے بھی اس کو اپنی انعامی کتابوں میں شامل کیا

ہے۔ یہ تمام باتیں اس مقبولیت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ جو چین صاحبہ کی کتابوں کو حاصل ہے۔

”رضیہ کے خطوط“ ان کی پوہتی کتاب ہے۔ یہ کس قدر مفید تر اور سبق آموز ہے اس کی تشریح کی ضرورت یوں نہیں کہ یہ آپ کی نظروں سے گزرے گی اور خود اپنا خراج لے گی۔ اس میں ایک عجیب جڑت جو میں نے پائی وہ یہ ہے کہ چین صاحبہ نے ہر خط کا انداز بیان ایک دوسرے سے مختلف رکھا ہے اور یہی ان کی انشاء پر دانی کا کمال ہے۔ کسی خط میں وہ ہمیں چشم پر آب کر دیتی ہیں اور کسی خط میں وہ ہمیں مسکرا دیتی ہیں۔ ایسے خط بھی ہیں جن کی تحریر سے شوخی ٹپک پڑتی ہے۔ اور ایسے بھی ہیں جنہیں پڑھ کر پڑھنے والا سن ہو کر رہ جائے۔

اس سے بچپوں کو بڑا فائدہ پہنچے گا۔ جو اس کتاب کو سبق بہ سبق پڑھیں گی انہیں یہ فرق معلوم ہو جائے گا کہ ”چھوٹوں کی طرف سے بڑوں یا بڑوں کی طرف سے چھوٹوں کو یا برابر والوں“ کی خط و کتابت کے طریقے کیا ہیں۔ اور کس خیال کو کین الفاظ میں مناسب طریقے سے ادا کیا جاسکتا ہے۔

”رضیہ کے خطوط“، لکھ کر چین صاحبہ نے ایک نہایت دلچسپ اور مفید خدمات انجام دی ہے۔ اور ملک کی ایک بڑی ضرورت کو پورا کیا ہے۔ پھر ان خطوط میں انہوں نے جن خیالات اور رجحانات کا سبق دیا ہے وہ موتیوں سے تولنے کے لائق ہے۔ امید ہے کہ بچپوں کو خطوط نویسی سکھانے کے لئے ہر گھر میں اس کتاب کو رہنما بنایا جائے گا۔ اور حکومتوں کی حکومتیں اس مفید عام کتاب کو نصاب تعلیم میں شامل کر کے مصنفہ کی قدر افزائی کریں گی۔

رضیہ سلطانہ چمن ایڈیٹر ماہنامہ "مشر خیال" کی ذات گرامی ہندوستان کی خواتین کے لئے باعث ناز و صداقت ہے۔ ان کی تصنیفات کے سبب ہمارا جمود ایک اسطراب میں تبدیل ہو رہا ہے۔ اور عورت اپنی وہ جگہ حاصل کر رہی ہے جو کہ مذہب نے اس کے لئے مقرر کی تھی۔ لیکن مخلومیّت نسواں کے حامیوں کی کوششوں کے سبب غصب کر لی گئی ہے۔

مجھے خوشی ہے کہ موجودہ دور ان کی قدر کر رہا ہے۔ وہ جن خیالات کی ترجمانی کرتی ہیں انہیں مقبولیت کی سند ملتی ہے۔ ان کی جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ہندوستان اور اس کے باہر بھی خراج تحسین حاصل کرتی ہیں۔ کتب خانہ کی درخواست ہے کہ چمن صاحبہ اپنی ہر کتاب ان ہی کے توسط سے شائع کرائیں۔ کتب خانہ کے علاوہ دیگر رسائل بھی یہ چاہتے ہیں کہ وہ ہماری ہر اشاعت میں اپنے مضامین بھیجا کریں۔

الغرض موجودہ دور ان کو سراہا ہے۔ اور یقین ہے کہ آئندہ دور کا مورخ بھی ان کے نام کو روشن حروف میں لکھے گا۔ کیونکہ ان کی ادبی خدمتیں چمن اردو کے ایسے صدا بہار پھول ہیں جنہیں امتداد زمانہ کی بادِ خزاں کے جھونکے کھلا نہیں سکتے یہ ایسے نقوش ہیں جن کی آب و تاب گذرتے ہوئے وقت اور بدلتے ہوئے ماحول کے ماند نہیں پڑ سکتی۔

سیکرم عبدالحق فاروقی

دریا گنج دہلی

۶ دسمبر ۱۹۴۲ء

ابھی تک کہ
 نوید و مسکن بن کر خط کبھی جلوئے دکھاتا ہے
 کبھی بن کر سپاہی مرگشتیوں کو رازنا
 وین سے دور جب مجبوریاں لئے نہیں دیتیں
 تو پھر کاغذ کا ایک پرزہ ملاقاتیں کرتا ہے

لباس ہر کس و ناکس بدلنا اس کو آتا ہے

بڑوں کی طرف سے چھوٹوں کے نام

چھوٹوں کا خط بھتیجی کے نام

رشیدہ منزل کا پتہ

۷ جنوری ۱۹۳۸ء

پیارے بیٹی

تمہارے ہاتھ کی لکھی ہوئی چھٹی ملی۔ دل کو خوشی ہوئی۔ مگر بیٹی تمہارا خط ابھی کچھ
مشق کی ضرورت ہے۔ تھوڑی سی بھی توجہ کرو گی تو خدا چاہے خوش خط لکھنے لگو گی عام شکر
ہے کہ عورتیں بد خط ہوتی ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ لڑکیوں کو جہاں دو چار لفظ لکھنے آئے
اپنے آپ کو عالم فاضل سمجھنے لگتی ہیں۔ اور ہاتھ کو خوش خط بنانے کی طرف توجہ نہیں دیتیں۔ مگر امیں
ہے کہ تم اس غلطی میں مبتلا نہ ہو گی۔ کبھی کبھی مجھے خط بھیج رہا کرو تاکہ مجھے برابر انداز
ہوتا رہے۔ کہ تم میری نصیحت پر کہاں تک عمل کر رہی ہو اپنے آبا جنان اور اماں بی سے
سلام کہنا۔

خدا تمہیں ایمان دے۔

تمہاری چھوٹی
سکندر بانو

(۲)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

جہاں کے نور (نورجہاں)

مخدا تمہیں دولت ایمان دے اور تمہاری عمر دساز ہو۔ خط تمہارا آیا۔ اب میں پہلے سے اچھی ہوں اگر دوسرے بے حواس نہ کیا، تو شبِ برات کے بعد وہلی آنا چاہتی ہوں۔ زندہ رہی اور قابلِ سفر رہی تو اطمینان رکھو۔ انشا اللہ ضرور آؤں گی۔ میری بیماری سے تم سب کو اتنا فکر مند نہ ہونا چاہئے۔ خود میرا اپنا حال تو یہ ہے کہ طبیعت روز بروز زندگی سے بے تعلق ہوتی جاتی ہے۔ بہت دن جی لئے۔ اب آخری سفر کی تیاریاں ہیں صحت کی دُعا مانگنے کی بجائے اب نیک انجام کی طلب کرنی چاہئے۔ میری پچاس برس کی اس عمر کا تجربہ یہ ہے کہ دنیا تکلیف کا گھر ہے۔ اور یہاں کی راحتیں دامِ فریب ہیں بیٹی ہمیشہ نیک عمل کرنا اور کبھی نہ بھولنا کہ آخر ایک روز رتی رتی کا حساب دینا پڑے گا۔ اس وقت کو یاد رکھو گی تو اپنی زندگی کو نیک بنانے میں تمہیں بڑا سہارا ملے گا۔ سب کو دُعا

اکبری بگم
۱۳ جنوری ۱۹۹۱ء

آگے

(۳۳)

نانی کا خط نواسی کے نام

قیصر باغ

لکھنؤ، ۱۲ محرم الحرام ۱۳۵۵ھ

نازوں کی پالی رابعہ جم جم ہو اور بڑوں کے لئے فخر کا باعث بنو۔ تمہارے چھوٹے مامول کے خط سے یہ معلوم ہو کر میرے دل باغ باغ ہو گیا کہ تم نماز کی سخت پابند ہو۔ منہ اندھیرے اٹھتی ہو، اور نماز کے لئے اپنی والدہ کے ساتھ برابر کی حوض والی مسجد میں جاتی ہو اور نماز کے بعد مولوی محمد یوسف صاحب جو قرآن شریف کا ترجمہ بیان کرتے ہیں اسے فور سے آخر تک سنتی ہو۔

یہی شکر ادا کرو اس رحیم و کریم خدا کا جس نے ہمیں حضور رسول مقبول کی امت میں پیدا کر کے مذہب اسلام سے توازا۔ ہمارے پیارے مذہب کے پھیلنے سے پہلے عورت کو عبادت گاہوں میں گھسنے بھی نہ دیا جاتا تھا۔ گویا عورت کو اپنے پیدا کرنے والے کی عبادت کی بھی اجازت نہیں تھی۔ مگر اسلام نے عورتوں کے حقوق نہایت فیاضی سے اُنھیں عطا کئے۔ اور اُن کی حیثیت کو بے حد بلند کیا۔ جس نے تمہیں عروج دیا اس مذہب اور اس کی مقرر کی ہوئی نماز اور خدا کے کلام قرآن شریف سے تمہیں اتنی محبت ہے اور اپنی دلچسپی ہے یہ جان کر میری خوشی کا ٹھکانا نہیں ہے۔ خدا ہمیشہ تمہیں اپنی محبت سے اسی طرح شاد رکھے۔ اور دین دنیا میں تم سرخرو رہو۔

امتیاز النساء بیگم

دادی کا خط پوتی کے نام

بیٹی اکبری خانم! دعا

تمہارا خط ملا۔ معلوم ہوتا ہے کہ اب تم اپنے آپ کو بہت عقلمند سمجھنے لگی ہو۔ دو چار کتابیں پڑھ لینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تم ان پڑھ عورتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھو۔ ان کے لئے تو تمہارے دل میں رحم کا جذبہ ہونا چاہئے۔ کہ افسوس وہ زیورِ علم سے آراستہ نہ ہو سکیں۔ تم نے ان کو اپنے سے کم سمجھا تو یہ غرور تمہیں کہیں کا نہ رکھے گا۔ اس کو تو تم مانو گی کہ میں نے تم سے دو چار کتابیں زیادہ ہی پڑھی ہوں گی۔ مگر پھر بھی جانتی ہوں کہ میں نے جو کچھ سیکھا ہے نہایت کم ہے۔ اور اگر اسی کم کے بہت سے حقوڑے سے حقوڑے حصہ پر بھی عمل کروں تو کیا سے کیا ہو جاؤں والد دعا

محمدی بیگم

۹ ربیع الاول ۱۳۱۵ھ

کا پنور۔ چمن گنج

ماں کا خط بیٹی کے نام

میری دلاری گلزارِ جیتی رہو۔ صاحبِ نصیب ہو۔ تمہارے خط سے معلوم ہوا کہ جب سے میں آئی ہوں تم نے قرآن شریف کو کھول کر بھی نہیں دیکھا۔ کیونکہ گھر کے کام کا جج کے سبب فرصت نہ مل سکی۔ الی چمن کے دروازے کو کتنے ہی قفل لگا دے۔ بادرِ نسیم کے جانے سے کون روک سکتا ہے۔

تم اگر چاہو تو لاکھ مصروفیت پر بھی قرآن شریف کے لئے وقت نکال سکتی ہو۔ یہی چیز ہے جو آخرت میں کام دے گی۔ دنیا کے سب بلکھڑے تو یہیں رہ جائیں گے۔ تمہاری آپا کی طبیعت خدا کے فضل سے اب اچھی ہے۔ میں ہفتہ کو واپس آؤں گی فقط

اشفاق النساء

گوالیار۔ فراشتخانہ۔
۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۲ھ

(۶) بڑی بہن کا خط چھوٹی بہن کے نام

جایان نشیمن

عزیزہ بلقیس بانو!

تمہارا خط ملا، مجھے پڑھ کر خوشی بھی ہوئی اور رنج بھی ہوا۔ خوشی اس بات کی ہے۔ کہ تم نے بھائی کے لئے ایک خوبصورت سی دلہن تلاش کر لی ہے۔ اور وہ باسلیقہ ہنرمند اور خوش اخلاق ہے۔ اور رنج اس بات کا کہ محض اتنی سی بات کے لئے تم لوگ اسے چھوڑ دینے پر تلے ہوئے ہو کہ اس کے ماں باپ پیچارے اسے اتنا جہیز نہیں دے سکتے جتنا کہ ہماری اماں کی خواہش ہے۔ عورت کی بد نصیبی کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوگی کہ خود ہم خورنیر ہی چاندی سونے کی ٹھکریوں کی خاطر سلیقہ شعار اور باہنر لڑکیوں کو ٹھکرا دیتے ہیں۔ میں کچھ دیتی ہوں کان کھول کر سن لو کہ مجھے تو سکھڑ بھابی پسند آئے گی۔ چاہے وہ غریب ہو۔ ایسی لڑکی اگر مل رہی ہے۔ تو اسے خوش نصیبی سمجھو۔ وہی ہماری بھانج بنے گی۔ ورنہ اماں سے کہہ دینا میں روٹھ جاؤں گی۔ تمہاری بہن

نسیم بانو۔ ۱۷ جنوری ۱۹۳۹ء

مومانی کا خط بھانجی کے نام

شہزادی بانو!

دولت چلتی پھرتی چھاؤں ہے۔ آج یہاں ہے کل وہاں ہوگی۔ اسے اپنے گھر کی نوٹسی سمجھنا اور یہ خیال کر لینا کہ ہمیشہ ہاتھ باندھے ہمارے سامنے کھڑی رہے گی۔ جو عورتیں غریب ہیں اور تمہاری طرح چمکیلے گھنے اور بھڑکیلے کپڑے پہن کر تمہاری طرح نمودار نمائش نہیں کر سکتیں انہیں اپنے سے کمتر سمجھنا اور ان سے نفرت کرنا بڑا گناہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ تم وکیل صاحب کے ہاں جب شادی میں گئیں تو ان کے پڑوس کی کچھ غریب لڑکیاں آکر اتفاق سے تمہارے قریب بیٹھ گئیں۔ مگر تم نے انہیں اپنے سے نیچے درجہ کا انسان سمجھا۔ اور ان غریب لڑکیوں کا پاس بیٹھنا اپنی توہین جانا۔ اور ان سے ہٹ کر دور جا بیٹھیں۔ جیسے غریبی کوئی اڑ کر لگنے والی بیماری ہے۔ جو تم کو چھٹ جاتی۔

اسی تمکنت کے سبب میں نے تمہیں شہزادی بانو لکھا ہے۔ محمودہ اگر مان بھی لیا جائے کہ تم درجہ میں بڑھی ہو اور وہ چھوٹی تھیں۔ حالانکہ یہ غلط ہے۔ تب بھی میں تم سے صرف ایک بات پوچھتی ہوں اس کا جواب امید ہے کہ تم سے بن نہیں پڑے گا۔ اور تم خود اپنے دل میں قائل اور شرمندہ ہو جاؤ گی۔ مجھے تم سے جو سوال پوچھنا ہے وہ یہ ہے کہ کیا چاند کے نزدیک ستارے نہیں ہوتے،

تمہاری جواب کی منتظر

خالدہ خانم لاہور

انارکلی

۱۳ جنوری ۱۹۳۴ء

(۸)

چھوٹی کا خط بیعتی کے نام

حویلی خواجہ میر درد

دہلی - حکم شعبان المعظم ۱۳۳۵ھ

پیارے قیصر، دعا

پچھلے سہفتہ مجھے برجیس دلہن کی شادی میں شریک ہونے کا موقع ملا وہاں
میں یہ دیکھ کر شدید رنج گئی کہ تمہاری چھوٹی بہن صغیرہ فاطمہ انگریزی گون پہنے ہوئے تھی
جس لباس میں دوپٹہ غائب ہو۔ سینہ اور بائیں کافی سے زیادہ کھلی ہوئی ہوں وہ۔
ہندوستانی بیگمات کو کسی طرح زیب نہیں دے سکتا۔ انگریزوں نے ہندوستان پر
قبضہ کر کے پہلے تو ہمیں غلام بنایا۔ اور پھر غلامی کا یہ خیال ہمارے دماغوں میں کچھ اس طرح
بسا دیا۔ کہ ہم ہر بات میں اُن کی نقل اچھی بات سمجھنے لگے۔

مگر پیاری قیصر سوچو یہ کچھ اچھی بات ہے کہ ہم اپنی ہر بات اور اپنے ہر فعل سے
اپنی غلامی کا خود ڈنکا پیٹتے پھریں۔ خدا نہ کرے ہماری عقل۔ پر ایسے پتھر پڑ جائیں کہ ہم معاملہ
میں اس بیوقوفی کا اظہار کرنا کچھ ضروری سمجھیں تم نے کبھی کسی میم کو دیکھا ہے کہ اُس نے
اپنے ملک کے لباس کی بجائے شلوار اور کمرتا پہن کر دوپٹہ اوڑھا ہوا کسی انگریز مرد نے
کوٹ پتلون چھوڑ کر پانچا اور شیروانی پہنی ہو۔ مجھے یقین ہے کہ تم اپنی چھوٹی بہن کو
ضرور نصیحت کرو گی اور مجھے صغیرہ فاطمہ سے بھی امید ہے کہ وہ آئندہ دوسروں کی نقل
کرنے کی بجائے اپنے ملکی لباس ہی کو پسند کرے گی۔

والد دعا۔

زاہدہ بیگم

(۹)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

پورنی کلکتہ

۶ شوال المکرم ۱۳۳۹ھ

پیاری بیٹی !

عرصہ کے بعد عین انتظار میں تمہاری چھٹی ملی۔ مجھے یہ پڑھ کر بڑا دکھ ہوا کہ پوری۔ ہو جانے کے سبب طاہرہ باجی کا گھر تباہ ہو گیا۔ اور اُن پر ایسی مصیبت ٹوٹی کہ وہ دانے دانے کو محتاج ہو گئیں، میں نے جب پڑھا کہ اس گھر ٹھٹھرتے جاڑے میں وہ باریک اور چھٹے پرانے کپڑوں میں بسر کر رہی ہیں۔ اور بعض اوقات انھیں کئی کئی وقت کے فاقے کرو پڑتے ہیں تو میری آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ لیکن یہ پڑھ کر کچھ ڈھارس ہوئی کہ تم سے جو کچھ بن پڑتا ہے اُن کے ساتھ سلوک کر رہی ہو۔

بیٹی ہمارا یہ اسلامی فرعن ہے کہ اگر ہمارے عزیزوں اور رشتہ داروں میں کوئی مصیبت آن پڑے تو ہم سب سے پہلے اُس کی مدد کریں۔ خداوند کریم نے زکوٰۃ اور خیرات کے لئے بھی قرآن شریف میں یہی ارشاد فرمایا ہے۔ کہ دیتے وقت سب سے پہلے اپنے عزیزوں کو دو، اُن سے بچے تو یتیموں کو تقسیم کرو، اور اُن کے بعد مسکینوں کو بانٹ دو۔

میں پندرہ روپے بذریعہ منی آرڈر بھیج رہی ہوں، یہ انھیں پہنچا دینا۔ اور میرا نام قطعی نہ لینا کیونکہ اس سے تو اب جانا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ خیرات دو تو ایک ہاتھ کی دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ فقط زیادہ دعا۔

(۱۰)

دادی کا خط پوتی کے نام

میری بچی

قرآن مجید شوق سے دیکھو۔ خوب دیکھو۔ بہت دیکھو۔ یہ تکبیریں محض
امتحان ہیں۔ ہر مسلمان کو ثابت قدمی سے اس امتحان میں پورا اترنا چاہئے۔ خدا سے
لو لگاؤ گی اور اس کے کلام پر دھیان دو گی تو دل کو بڑا سکون حاصل ہو جائے گا۔ اس کے
علاوہ میں تمہیں اور کیا دعا دے سکتی ہوں۔ کہ اللہ تعالیٰ اطمینانِ قلب عطا کرے

زیب النساء بیگم میرٹھ

(۱۱)

نانی کا خط نواسی کے نام

گوالیار۔ فرانش خانہ۔

پیاری اُمّت المبین، دعا

تمہارے باپ کے خط سے یہ معلوم ہو کر دلی خوشی ہوئی کہ تم نے قرآن شریف
نہم کر لیا ہے۔ اور اب دوسری اس حد تک سیکھ لی ہے۔ کہ قرآن شریف کا ترجمہ سمجھ سکو
خود تمہارے ہاتھ کا لکھا ہوا جو خط اس سے پہلے بلا تھا اسے دیکھ کر یہ اندازہ بھی ہوا

کہ تمہارا خط صاف ہے۔ اور تھوڑی سی کوشش کرو تو بہت خوش خط لکھ سکتی ہو۔
تمہاری یہ ترقی میری خوشی کا باعث ہے۔ میں تمہیں داد دیتی ہوں۔ سبحان اللہ کہتی
ہوں۔ ترقی والہمیان کی دعا کرتی ہوں۔ اپنے باپ کو اور اماں کو میری دعا پہنچا دینا۔
۳ رجب المرجب ۱۳۵۹ھ

نور النساء

(۱۲)

ماں کا خط بیٹی کے نام

میرے دل کی راحت ! تمہارا الفافہ بلا۔ حال معلوم ہوا۔
بیٹی رنج اور خوشی میں چولی دامن کا ساتھ ہے۔ انسان کو دیر کے ساتھ
دکھ سہنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔ ہمت اسی کا نام ہے کہ ہم دکھ اور رنج میں
بھی مڑ کرانے کا موقع نکال لیں۔ کسی شاعر نے کتنی صحیح بات کہی ہے
ہو ہنس رہا ہے وہ ہنس چکے گا
ہو رو رہا ہے وہ رو چکے گا
سکون دل سے خدا خدا کر
ہو رہا ہے وہ ہو چکے گا
آفتاب احمد کو پیار کرنا۔ اور وقتاً فوقتاً اپنی تشریت اور حالات سے اطلاع
دیتی رہنا۔

زمینت بیگم
امرت مسر

رام باغ دروازہ
۸ فروری ۱۹۳۹ء

(۱۳)

نہانی کا خط بھانجی کے نام

مہر النساء بانو !

تم سے جدا ہو کر میں خیریت کے ساتھ گھر پہنچی ، اُن پندرہ دن میں جبکہ میں تمہارے گھر میں ہواں تھی ۔ تم نے جس سعادت مندی کے ساتھ میرا ادب و لحاظ کیا ۔ اور جس خاطر و مدارات کے ساتھ میری ہجان نوازی کی اُس کے لئے تم لائق تعریف ہو ۔ لیکن ایک چیز میرے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکی نوکروں کے ساتھ تمہارا سلوک بید سخت ہے ۔ سو سن بھی ہماری طرح ایک عورت ہی ہے ۔ صبح نماز کے وقت سو رات کے دس بجے تک تنہا ہی سے تمہاری ادنیٰ سے ادنیٰ خدمت کیا کرتی ہے ۔ تم نے مجھے خود اپنی نوجوان سے بتایا تھا ۔ کہ وہ نیک بھی ہے اور ایماندار بھی ہے ۔ اور تمہارے قدم کی نمک خواروں میں ہے ۔ عرصہ سے تمہارے در پر پڑی ہوئی ہے ۔ اور امید ہے کہ اپنے آخری سانسوں تک تمہاری چوکھٹ نہ چھوڑے گی ۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ اُس سے تمہاری بات صحبت کا ڈھنگ بالکل نرالا ہے ۔ کوئی بات طنز اور طعنہ سے خالی نہیں ۔ جھڑکی اور سخت کلامی سے پیش آتی ہو ۔ یہ سب اس لئے کہ قدرت نے اُسے غریب بنایا ہے ۔ اور تمہاری نوکری کے لئے مجبور ہے ،

مگر نہیں مہر ! تم جیسی لائق بڑی کو جو اپنے عزیز واقارب کے ساتھ اتنا درجہ شیریں بیانی سے پیش آتی ہو ۔ اپنے ملازموں کے ساتھ تلخ کلامی برتنا نہ کیا نہیں ہے اور میری دلاسی تمہیں یاد رکھنا چاہئے ، کہ ہمارے پیارے مذہب میں کفر کے بعد دل دکھانا ،

سب سے بڑا گناہ ہے۔ غریب کی آہ عرش کو بھی ہلا دیتی ہے۔

طائرہ میگم ۳۱ مارچ ۱۹۵۵ء

امروہہ شاہی جوتڑہ

(۱۴)

خالہ کا خط پھانجی کے نام

کچہری روڈ گیا۔

۱۳ دسمبر ۱۹۳۶ء

تحسین فاطمہ !

بیٹی تمہارا تازہ خط ملا۔ اس سے پہلے بھی تمہارے کئی خطوں کے جواب کی فرغدار ہوئی۔ کئی مہینہ سے امینہ کے ہاں دھندل گئی ہوئی تھی، اس کا بچہ بیمار تھا خدا کا شکر ہے اب آرام ہے۔ تمہارے خط پہنچ گیا میں رکھ رہے۔ اب میں آئی تو بے، انہیں پڑھنے سے معلوم ہوا کہ تمہارے دشمن عرصہ سے بخار میں مبتلا ہیں۔ یہ تم نے فضول سمجھ لیا کہ یہ بیماری دق کی علامت ہے۔ اور تمہارا یہ خیال بالکل غلط ہے کہ دق لا علاج بیماری ہے۔ دنیا کی کوئی بیماری ایسی نہیں ہے۔ قدرت نے جس کا علاج نہیں کیا ہو۔ تم ہر اسان نہ ہو۔ لگ کر علاج کرو۔ اور پرہیز کا خیال رکھو۔ خدا نہ کرے تمہارا مرض ایسا نہیں ہے جس سے جانبری نہ ہو سکے، خدا رحیم بھی ہے اور علیم بھی ہے، میرے گھر گڑانے اور عاجزانہ دعاؤں سے ضرور رحم آئیگا۔

قمر النساء

ماں کا خط بیٹی کے نام

گھنٹہ گھر۔ الہ آباد

۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء

میری آنکھوں کی روشنی اقبال بانو!

تمہاری بڑی آپا عارفہ بانو کے خط میں یہ پڑھ کر مجھے دلی اطمینان ہوا کہ تم اپنے ششما ہی امتحان کی بڑی سرگرمی سے تیاریاں کر رہی ہو۔ صبح منہ اندھیرے اٹھتی ہو اور رات گئے تک لکھنے پڑھنے میں مشغول رہتی ہو، امید ہی نہیں بلکہ یقین ہے کہ تم اتنی ہی محنت کرتی رہو تو خدا چاہے تو بہت شاندار نمبروں سے پاس ہوگی۔

لیکن میری جان تعجب ہے اتنے معمولی امتحان کے لئے اس قدر محنت محنت کرنے والی لڑکی زندگی کے اس سب سے بڑے امتحان سے کیوں غافل ہے جو قیامت کے روز حشر کے میدان میں دینا ہوگا۔ اس دن سوچ سوائیترے پر اترائے گا اور اس کی تیزی ناقابل برداشت ہو جائے گی۔ اور ہر انسان کو اپنی اپنی جان کی پٹکا ہوگی۔ اس وقت نہ میں تمہارے کام آؤں گی اور نہ تمہارے ماں باپ تمہارا ساتھ دے سکیں گے۔ نفسی نفسی کا غل ہوگا۔ اور خدا کے قہار و حیار کے حضور میں جب لرزاں اور ترساں انسان پیش ہوگا تو سب سے پہلے نماز کی پرسش ہوگی۔

قیامت کے دن سب سے پہلے نماز ہی کی پوچھ ہوگی۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ نماز کس قدر ضروری چیز ہے۔ اور یہ کتنا سحت فرض ہے۔ تم نماز

نہ کرنا گویا اپنے آپ کو قیامت کے دن سب سے پہلے ہار دینا ہے۔ امتحان کی رخصت کے باعث

اور بھی زیادہ لا پرواہی برتنے لگی ہو۔ ایک معمولی سے امتحان کے لئے جب تم اتنی زبردست کوششیں کر رہی ہو۔ تو اس سب سے بڑے امتحان کے لئے اس سے بھی زیادہ تیاریاں کرنی چاہئیں۔ امید ہے میرے اس ضروری مشورے کو تم لوحِ دل پر نقش کر لو گی۔ اور ہمیشہ پابندی کے ساتھ نماز پڑھا کر دو گی۔
خدا تمہیں نیکی دے اپنی محبت عطا کرے۔ والد دعا!

طیبہ بیگم

(۱۶)

ماں کا خط بیٹی کے نام

مورخہ ۲۱ اگست ۱۹۳۸ء

میرے جگر کے ٹکڑے خدا تجھے عمرِ خضر دے

بیٹی تمہارے خط نے میرے دل میں خوشی کی لہر دوڑادی۔ اور میرے روئیں روئیں نے تمہیں دعا دی۔ زکوٰۃ کے روپے تم نے جس طرح حساب جوڑ کر پانی پانی ادا کئے اس سے مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ الفاظ میں بیان نہیں ہو سکتی۔ اسلام نے بیشک اس احتیاط کی تاکید فرمائی ہے۔ اور تم نے اپنے فرض کو پوری طرح ادا کیا ہے۔ خیرات کی تقسیم کے متعلق تم نے جو خواہش ظاہر کی ہے کہ وہ روپیہ اصلی مستحقوں کو ہی ملنا چاہئے تو میں اس سے اتفاق رکھتی ہوں۔ اسلام نے اسی لئے بیت المال قائم کرنے کی ہدایت فرمائی تھی کہ تمام مسلمانوں کا کل خیراتی روپیہ صرف اسی میں جمع ہو اور وہیں سے سب سے ضرورت مندوں کو تقسیم کیا جائے۔ بیت المال قائم

ہوتا تو یہ ہزاروں فقیر جو گلی گلی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں۔ اگر واقعی اپنا حج ہوتے
یا کسی اور مجبوری کے سبب مستحق قرار دیئے جاتے۔ تو گھر بیٹھے انہیں ٹکڑا مل جاتا
اور جو چالاک اور ہٹے کئے خواہ مخواہ منطو میت کا ڈھونگ رچا ئے ہوئے ہیں۔
ایک کوڑی بھی نہ پاسکتے، مگر اقسوں اسوقت اسلامی حکومت ہو نیكے سبب بیت المال
قائم نہیں ہے۔ ہمارے لاکھوں بہن بھائی جو واقعی مستحق ہیں دانے دانے کو ترس
رہے ہیں اور لاکھوں غیر مستحق ہم سے ان کے منہ کا بوالہ جھپٹ کر لے جاتے ہیں۔
اسلام نے بھیک مانگنے کو سختی سے منع کیا ہے۔ مگر آج کوئی گلی کوچہ ایسا باقی
نہیں رہا۔ جہاں مسلمان فقیر بھیک مانگتے ہوئے نظر نہ آتے ہوں اس کو خیرات کی
تعلیم کے وقت پڑی احتیاط کی ضرورت ہے۔ پوری کوشش سے کام لینا چاہئے
کہ ہر پیسہ صرف مستحق کو ہی ملے، خیرات کا ایک عمدہ طریقہ یہ بھی ہے کہ اسلامی
انجمنوں اور یتیم خانوں کو روپیہ بھیجا جائے، یہ قومی خیرات، خیرات ہے۔ اس طرح
کوئی پانی پانی ضائع نہیں ہوتی ہے۔ اور سچے ضرورت مندوں کی حاجت رفا ہوتی ہے۔
(۱) انجمن حمایت الاسلام لاہور (۲۶) جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی۔

(۳) مدرسہ امینیہ دہلی (۴) مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ جس کی شاخ اب دہلی میں کھل
گئی ہے۔ پورے طور پر اطمینان کے قابل ہیں۔ ان کے علاوہ شہر میں اور بھی مدرسہ اور
یتیم خانے، زنانہ تعلیم گاہیں اور ہسپتال وغیرہ ہیں جن کے متعلق تم خود بھی معلومات
حاصل کر سکتی ہو۔

خوش رہو اور اپنے دو لہا کو میری دعا پہنچاؤ

محلہ انصاریان، پانی پت

تمہاری ماں بتوں بیگم

(۱۷)

استانی کا خط شاگرد کے نام

دیکھو بی عائشہ !

اب تم ماشاء اللہ ہوشیار ہوئیں اور اب وہ وقت ختم ہوا۔ جب میں روزانہ دو گھنٹے تمہیں انسان بنانے پر خرچ کرتی تھی، اب لکھ پڑھ لینے کے بعد بھی تم بچوں کی سی نادانی کرو تو یہ بڑی قوفی ہے۔ حق ہمسایہ ماں کا جایا۔ مثل مشہور ہے۔ مگر تم نے جو بی ہمسائی سے بڑائی مول لی اور طنز و طعن کی بوچھاڑ کی، یہ مسلمانوں کا کام نہیں ہے دشمن سے بھی شیریں کلامی کے ساتھ پیش آنا چاہئے۔ پھر وہ تو ہمسائی ہیں۔

مجھے تمہاری تلخ کلامی کا اتنا رنج تھا کہ میں تمہیں ہرگز خط نہ بھیجتی، مگر تمہاری بیماری کا حال سنا تو رونا نہ گیا۔ موسم کی تبدیلی سے اکثر شکایت ہو جاتی ہے۔ کوئی ڈر کی بات نہیں ہے۔ خدا تمہارے اور بی ہمسائی کے بخار کو کھوئے۔ تمہارے جسم کا بخار تو چلا ہی جائے گا، دل کا بخار بھی نہ رہنا چاہیئے۔

حمیدہ بانو

صدر بازار۔ اقبالہ

نہار اگست ۱۹۳۹ء

(۱۸)

استانی کا خط شاگرد کے نام

فہیدہ بیگم !

۲۴ ستمبر ۱۹۳۹ء
یہ خط پڑھ کر شاید تم خفا ہو جاؤ اور میری تحریر تمہیں ناگوار گزرے اس لئے میں تمہیں تجت اور پیار سے چمکار کر لکھتی ہوں۔ تمہارے کھیل کو دار لہر واپس کے

دن ختم ہوئے۔ اب کچھ ہی دن میں تم پر اس گھر کی ہو جاؤ گی، سینے پر ونے اور کھانا
پکانے میں ہر سلیقہ مندر لڑکی کو ہوشیار ہونا چاہئے، اگر اس میں خامی رہ گئی تو خاندان
کے نام پر بٹہ لگے گا۔ ماں باپ کی ناک کٹ جائے گی۔ اور اُستانی کا نام مٹی میں مل جائے گا
فرصت کا جو حقوڑا سا زمانہ رہ گیا ہے۔ اس وقت کو غنیمت سمجھو، اور خانہ داری کے
کاموں میں ایسا ہنر حاصل کرو کہ سسرال جا کر تم آنکھوں میں جگہ پاؤ، اور دلوں پر راج
کرو۔ میری کڑوی کیلی باتیں اگر تم نے دوا کی طرح پی لیں، تو یہ تمہیں کندن بنا دیں گی
افسری بیگم

(۱۹)

اُستانی کا خط شاگرد کے نام

داد بھی جن بانو!

مجھے کیا معلوم تھا کہ تم غنی تال پہونچ کر اتنی بدل جاؤ گی۔ غضب خدا کا صبح ہی
سے پہلے اٹھنے کا نام نہیں لیتیں۔ تین گھنٹے دن چڑھے جب اٹھو گی تو صبح کی نماز اور
قرآن شریف کی تلاوت تو بس ہو چکی۔ مفت میں جو یہ ثواب ملتا تھا وہ بھی کھویا اور
عذاب الگ مول لیا۔

سویرے اٹھنے سے تندرستی اچھی رہتی ہے۔ اور طبیعت دن بھر سہا سہا شیشا
رہتی ہے۔ ذرا سوپو حقوڑی سی غفلت سے تم کتنا نقصان کر رہی ہو
مجھے اتنی فرصت کہاں کہ میں تم کو خط بہ خط بیچوں۔ مگر پھر بھی اور پتلے یہ جو کئی
خط بھیجے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ تمہیں خط و کتابت کی مشق ہو اور مضمون نگاری کا

سلیقہ آئے۔ گو میں جہاں تھی وہیں رہوں گی۔

نہید میگم۔ ۳۱ مارچ ۱۹۳۷ء بازار تحصیل بوبلی

(۲۰) ماں کا خط بیٹی کے نام

شاداں خدا تمہیں شاد رکھے۔

بیٹی شبِ برات کے چہینے میں تمہارا خط آیا تھا۔ کہ تم زکوٰۃ کے روپے رمضان میں بھیج کر گی۔ شوال، ذیقعد، ذی الحجہ، آج محرم کی سارا تاریخ ہے۔ نہ معلوم رمضان کس چہینے کا نام ہے۔ پہلے تو عید سے پہلے کو رمضان کہتے تھے۔ تمہاری یہ غفلت مجھے کسی آن نہیں بھاتی۔ تمہاری غریب اتاتی کئی پھرے کبر چکی ہیں۔ اور آس لگائے بیٹھی ہیں۔ خدا نے تم پر جو فرائض عاید کئے ہیں تم ان سے بہت لاپرواہ ہو۔ لیکن خدا بھی اگر تمہاری نافرمانیوں کے سبب ہم سے لاپرواہ ہو جائے۔ تو جانتی ہو ہمارا کیا حشر ہو گا۔

لَبِيقُ النَّارِ

لَكُنَّوْ

چار باغ

۳۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

ثانی کا خط نواسی کے نام

یا سیمین بانو!

خط تمہارا ملا۔ حال معلوم ہوا، میں اپنا حال کیا لکھوں، یہ سادہ کا حسنہ پورا پورا نہیں بیت گیا، نام کو بھی مینہ کی ایک بو غنہ برسی گئی اس غصہ کی ہے کہ

جینا و بال ہے۔ آگ برس رہی ہے۔ اس گرمی نے میرا اور بھی ڈھیر کر دیا ہے۔ غذا کی حالت یہ ہے کہ پہلے تو لوں تک محدود تھی اب ماشوں پر ہے۔ زندگی کی توقع پہلے اگر دونوں پر تھی تو اب گھنٹوں پر ہے۔ آج نہیں تو کل تم لوگ سن لو گے کہ بڈھی ماں چل بسیں اور خطوں کے اس کھوڑے بہت سلسلہ سے جو میری زبند دستی سے چل رہا ہے۔ تمہیں بخت مل جائے گی۔ اس لئے چند دن جو میری زندگی کے باقی ہیں۔ اُس میں تو مجھے اپنے خط کی راہ نہ دکھایا کرو۔ تمہارا خط نہیں آتا تو مجھے بے چینی ہوتی ہے۔ میری بے چینی تمہیں کیوں پسند

۶

حمیدہ بیگم
۱۲ مارچ ۱۹۵۵ء چوک الہ آباد

(۲۲)

مومانی کا خط بھانجی کے نام

سلام بھانجی صاحبہ!

ہاں مجھے تو سلام کرنا ہی پڑے گا۔ عمر میں نہ سہی عقل میں تو تم بڑی ہو سب سے بڑی اور یہ خاندان میں چنا۔ بزرگ دکھائی دیتے ہیں جن میں مردوں کی سفید برف سی ڈارٹھیاں ہیں۔ اور عورتوں کے سفید دودھ سے چونڈے ہیں۔ یہ سب تمہارے سامنے جاہل شخص ہیں۔ اور ان سب نے اپنے بال دھوپ میں سفید کئے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم اپنی عقل کے آگے ان سب کے مشوروں کو نہ ٹھکراتیں اور تجربوں کو غلط نہ مانتیں۔

بی رابع قرض کے نیچے بڑی طرح دبی ہوئی ہیں۔ وہ قرض کے سبب سے بے حد

فکر مند ہیں۔ اور وہ قرض کی پریشانیوں سے بیمار پڑ گئی ہیں۔ ہم کون بہ اولہم

میں کس گنتی میں۔ لیکن شنتے شنتے جب کان پک گئے تو آخر آج میں نے مجبور ہو کر قلم اٹھایا ہے۔ اور اب خواہ کئی صفحہ سیاہ ہو جائیں اپنے دل کی بھر اس نکال کر ہی رہوں گی۔ چاہے تم اس سے کوئی سبق حاصل کرو چاہے اسے پاگل کی بڑ جانو،

تم نے رئیس احمد سلمہ کے ہونے میں پیسے کو جس بری طرح بہایا اور بن داہی تیار ہی رسموں کو دھوم دھماکے ادا کیا، اور بن خلاف شریعت رو اہوں کو آن بان سے پورا کیا۔ وہ سب باتیں تباہ کن تھیں۔ خلاف مذہب تھیں۔ اور از سر تا پا لغویت سے پر تھیں اور پھر طرہ یہ ہے کہ تمہارے پاس جتنی رقم تھی اس پر ہی تم نے بس نہیں کیا بلکہ قرض کا پھندہ اپنے گلے میں ڈال کر اپنی تباہی کے اُن سامانوں کو جو ش و خروش سے پورا کرتی رہیں۔ بڑے بوڑھوں نے سمجھایا بھی تو تم نے توجہ نہ کی۔

وہ قرض ابھی اُترنے بھی نہ پایا تھا۔ کہ عزیزم جیل الدین کے انتقال پر تم نے۔

امیرانہ ٹھاٹھ کی پھر نمائش کی۔ گویا موت بھی ایک قسم کی شادی ہے۔ وہ عورتیں جو اپنی شاہانہ آن بان سے دوسروں پر خواہ مخواہ کا رعب گانٹھنا چاہتی ہیں۔ اپنے کمر و فر کے اٹھار کے لئے شاید مناسب وقت کا انتظار نہیں کر سکتیں۔ شادی کا موقع ہو یا دفن کفن کا غم انگیز حادثہ ہو وہ نام و نمود کیلئے دھوم دھماکے ہر رسم و رواج کو پورا کرتی ہیں۔ بی رابعہ انہیں میں تم بھی شریک ہو، بلا میں تو کہوں گی کہ تم ان سے بھی آگے ہو کہ۔ تمہارے پاس خرچہ نہ تھا۔ تو قرض بیکر سب رسموں کو نہایت شان و شوکت سے ادا کیا۔ پھر قرض بھی ایسی حالت میں لیا کہ پچھلا قرض پہلے ہی سر پر موجود تھا۔ گویا گلے میں پہلے ہی جو پھانسی پٹی ہوئی تھی اس کے پھندے کو خود اپنے ہاتھوں سے تنگ کرنے کی کوشش کی۔ افسوس تم نے یہ یاد نہیں رکھا کہ تم ان ماں باپ کی بیٹی ہو جو صبح قرض

اٹھنے سے کہیں زیادہ یہ بہتر سمجھتے تھے کہ بھوکے سو رہیں۔

پھر تم نے رشک منیر کی جب شادی رچائی تو اس موقع پر بھی بیدھڑک، پیسے کو لٹایا۔ نام و عزت کی خاطر عجیب عجیب رسمیں ادا کیں۔ اور جہیز دینے میں تو شاید تم نے سب کو اپنے سے پیچھے چھوڑ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تاکہ عزت ہو، نام ہو، توقیر ہو۔ چاہے بعد میں ہاتھ تنگ رہے۔ بچے پیسے کو ترسیں، اور تم خود ضروریات کے لئے دوسروں کا منہ تلو۔

عورتیں اپنی لڑکیوں کو شاید اس لئے زیادہ جہیز دیتی ہیں۔ کہ شہر میں ان کی ہمت اور دولت کے جھنڈے گر جائیں۔ مگر وہ نادان یہ نہیں جانتیں کہ اس قسم کے کامائے تو اس دنیا میں روز ہوتے ہیں۔ اور روز بھلا دیئے جاتے ہیں۔

اس شاہانہ جہیز کو فراہم کرنے کے لئے بھی تمہیں جہا جن کا سہارا لینا پڑا اور تمہاری نادانی اور کم فہمی نے اس قرض کو خطرناک حد تک بڑھا لیا۔ اور پیسے کی قدر اب ہوئی جب ہاتھ خالی رہ گیا، سوائے اس کے کہ خوشی کا وقت ہو یا غم کا ہو ایک پیسہ فضول مت خرچ کرو۔ اور اب یہ بتاؤ کہ تم نے اس قرض کی بلا سے نجات پانگی کونسی صورت سوچی ہے۔ والدعا

صالحہ بیگم
بھانسی

خاتون منزل۔ ۴ صفر المنظر ۱۳۵۰ھ

(۲۳)

پچی کا خط پتھی کے نام

محبوب فاطمہ عمر دراز ہو!

میں جب علیگڑھ سے واپس آنے کے لئے اسٹیشن جا رہی تھی تو تانگہ میں بیٹھتے وقت میں نے دیکھا کہ تم سعید امانا کی چھوٹی لڑکی چلی سے باتیں کر رہی تھیں۔ میں نے سنا کہ تم اُسے اللہ میاں کی بابت بتا رہی تھیں کہ وہ ایک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں اور وہ ہمیشہ رہے گا۔

مگر جب اُس نے پوچھا کہ خدا کہاں ہے تو معلوم نہیں تم نے کیا جواب دیا کیونکہ اس وقت میں تانگہ میں بیٹھ چکی تھیں۔ اور تمہاری آواز وہاں تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ مگر میں سمجھتی ہوں کہ ہر مسلمان بچی اس کا جواب دے سکتی ہے۔ اور تم نے بھی ضرور دیا ہوگا۔ کہ خدا ہر جگہ موجود ہے۔ جس طرح خوشبو پھول میں موجود ہوتی ہے لیکن دکھائی نہیں دیتی اسی طرح خدا ذرے ذرے میں موجود ہے اور کوئی چیز اس کے جلوے سے خالی نہیں ہے۔ گھاس کی پتی، اوس کی ہر لونڈ، ہوا کے ہر جھونکے بادل کے ہر ٹکڑے اور زمین کے ہر ذرے سے خدا کے وجود کی شہادت ملتی ہے۔ جس طرح سورج ہر وقت سامنے ہے لیکن اس کی طرف دیکھنا ناممکن ہے۔ اسی طرح خدا کے جلوے کو یہ آنکھیں نہیں دیکھ سکتیں۔

محبوب پیاری میں تم سے بہت خوش ہوں کہ تم پڑھنے لکھنے میں شوق رکھتی

ہو، اور جو کچھ بڑھتی ہو یا درکھتی ہو۔

فتح گڑھ لائن

جبل پور (سی۔ پی)

(۱۲۴)

آصف بیگم
۱۲ نومبر ۱۹۳۸ء

پھوپھی کا خط بیٹی کے نام

بدر النساء بیٹی

تمہارا خط آیا۔ خوشی ہوئی کہ تم نماز کی پابندی کا بڑا خیال رکھتی ہو، فجر اور
عشا کی نمازیں بھی قضا نہیں ہونے دیتیں۔ سنا تھا کہ جو لوگ نمازیں پڑھتے ہیں وہ
خدا کی برتری کے اقرار ہی ہوتے ہیں۔ اور اپنی کمزوری کا انھیں یقین ہوتا ہے۔ اور
وہ خدا کی مخلوق کے ساتھ نیکی اور نرمی کا سلوک کرتے ہیں۔ لیکن تمہارے خط سے معلوم
ہوا کہ تمہاری حالت اس سے مختلف ہے۔ نماز پڑھتی ہو لیکن دوسروں کی غیبت
سے بھی تمہیں فرصت نہیں، اپنے خط میں تم نے بعض لوگوں کا ذکر کس قدر حقارت
کے ساتھ کیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تمہیں ان سے دلی نفرت ہے۔ مگر پیاری بدر اگر
خدا کی مخلوق سے نفرت کر دگی تو خدا بھی تم سے محبت نہیں کرے گا۔

ثیا بیگم جے پور

۱۸ جنوری ۱۹۳۸ء

بحر سری بازار

(۲۵)

مومانی کا خط بھانجی کے نام

عارف، صاحب نصیب رہو !

مجھے چند روز جو تمہارے پاس رہنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ماشاء اللہ تم تعلیم میں ترقی کر رہی ہو۔ اور تمہاری لیاقت بہت عمدہ ہے۔ لیکن بات بات پر قسم کھا کر یقین دلانے کی عادت میرے دل کو بڑی طرح کھٹکی

عابدہ سلیم پٹنہ، چوہٹ، ۶ دسمبر ۱۹۳۸ء

(۲۶)

ماں کا خط بیٹی کے نام

نور العین عالم آراء

تمہارا خط آنے سے دل کو عجیب راحت ہوئی۔ کئی ہفتہ سے تمہاری کوئی خبر خبر نہیں ملی تھی۔ اس لئے دل کو پریشانی تھی۔ تم نے اپنے خط میں جس درویش عورت کی تعریف کی ہے۔ ممکن ہے کہ وہ اسی تعریف کی مستحق ہوں۔ لیکن آجکل ایسی فریبی اور رکار عورتوں کی بھی کمی نہیں۔ جو یہ وہ نشین عورتوں کو طرح طرح سے فریب دینے اور لوٹنے کے لئے فقیر اور درویش عورتوں کے بھیس بدل لیتی ہیں۔ اس لئے ہمیشہ بہت احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔ سچے فقیر اور درویش کی پہچان یہ ہے کہ وہ جب نہ پائے تو چپ رہے۔ اور جب پا بھی جائے تو دوسرے حقداروں

روتے بلکتے ہوئے معصوم بچوں کے رونے دھونے کی پرواہ نہ کرو۔ مگر یہ ایسا ظلم ہے کہ اس پر عرش بھی لرز جائے گا۔ میری عزیز بیٹی تم محض اپنے بہناپے کے سبب ظالم کا ساتھ دینے لگیں۔ اور یہ بھول گئیں کہ زندگی پھول کی مانند ہے۔ نرم و نازک پھول جو گرم ہوا کے ایک جھونکے سے مرجھا جاتا ہے۔ ایک جاب ہے جسے پانی کی ایک لہر فنا کر دیتی ہے۔ اور پھر آج مرے کل دوسروں کوئی نام لینے والا بھی باقی نہیں رہتا، لیکن نیک اعمال ہمیشہ زندہ رہتے ہیں، دوسروں کے ساتھ بھلائی کرتا کہ مرنے کے بعد بھی لوگ تمہیں دل سے دعا دیں۔

اختر منزل

پیلی بھیت

نربیدہ خانم

۴ رمضان ۱۳۶۷ھ

(۲۸)

نانی کا خط نواسی کے نام

کاملہ جیتی رہو

تم دو میاں بیوی اور دو ننھے ننھے بچے، تیس روپے ماہوار کی آمدنی تمہارے لئے کم نہیں ہے۔ تم سگھر پنے سے گھر چلاؤ تو اس میں سے بھی کچھ بچا سکتی ہو۔ اگر تم دوسروں کے ریشمی کپڑوں پر للچائی ہوئی نظریں نہ ڈالیں اور ہماری زبان کو مرغن غذاؤں کا مزہ نہ پڑا ہوا ہو تو ہماری بہن پچیس تیس روپے میں بخوبی گھر چلا سکتی ہے۔ رہن سہن کی ضروریات کو بتنا بڑھاؤ برٹھتی جائیں گی۔ اور جتنا گھٹاؤ گھٹتی جائیں گی۔ اس لئے صرف انتہائی ضروری چیزوں پر قناعت کرو، انشا اللہ ہمیشہ مفلسی سے محفوظ رہو گی

۸ مارچ ۱۹۳۷ء
رشیدہ بیگم۔ گورکھپور، میاں بازار

کو اپنے پر افضل سمجھے۔ فقیر وہ نہیں ہے جس کا ہاتھ صرف دولت سے خالی ہو۔
بلکہ فقیر وہ ہے جس کا دل بھی مرادوں سے خالی ہو۔ اور یہ بھی یاد رکھو جو سچا فقیر ہوگا۔ وہ
کبھی امیر کے دروازے پر نہیں آئے گا۔
بانی پور پٹنہ، نیا ٹولہ
۱۰ جنوری ۱۹۳۷ء

(۲۷)

خالہ کا خط حباجی کے نام

نعیمہ خدا تمہیں عقل سلیم دے !

بوا اب کے برسات کیا آئی خدا کا قہر آیا، شہر میں کوڑیوں گھر ڈھکے گئے اور
ایسا تو ایک بھی نہیں بچا جو چھلنی کی طرح ٹپک رہا ہو۔ آٹھ آٹھ دن جھڑی لگی رہتی ہے
اور مفتوں سورج نہیں نکلتا۔ اور پھر سردی اس بلا کی ہے کہ خدا کی پناہ لحاف سے
ہاتھ نہیں نکالا جاتا۔ بغیر انگیٹھی کے گزارا نہیں۔ اس میں بھی سنا ہے کہ تمہاری منہ
بولی بہن نسیم نے غریب سعید اکو نوٹس دیا ہے۔ کہ وہ مکان خالی کر دے اور یہ
شاید اس لئے کہ انہیں اپنی کسی سہیلی کے لئے مکان کی ضرورت ہے، نوٹس کے علاوہ
یوں بھی اس دیکھواری پر دباؤ ڈالا جا رہا ہے۔ آٹھ روز میں مکان خالی نہ کیا تو سامان
گلی میں پھینک دیا جائے گا۔ اور اس ظلم میں تم برابر کی شریک ہو۔ اس لئے کہ نسیم
تمہاری منہ بولی بہن ہیں۔ اور پیاری سہیلی ہیں۔ اور وہ پیاری سعید غریب ہے
اور لاوارث ہے۔ مگر پیاری نعیمہ جس کا کوئی نہیں ہوتا اس کا خدا ہوتا ہے، تم
اس برستی برسات میں اس کا سامان پھینک دینے کے ارادے کرو، اور اس کے

(۲۹)

خالہ کا خط بھانجی کے نام

عقیدہ! خدا تمہیں عقل صحیح دے!

میری صحت اب درست ہے، مگر قرحت بیمار ہے، پھر بھی کسی نہ کسی طرح تمہیں خط لکھنے کا وقت نکالا ہے۔ میں نے تمہارے ہاں دیکھا خرچ بہت اندھا و بھند اٹھتا ہے، اور مہینے کے آخری ہفتہ میں تمہارا ہاتھ تنگ ہو جاتا ہے اگر تم اپنی آمدنی کو بچاؤ کر مہینہ بھر کی ضروریات کی ایک فہرست بنا لو کہ فلاں مد میں اتنا خرچ کرنا ہے۔ تو مہینے کے آخری دن تک تمہارا ہاتھ تنگ نہیں ہو سکتا، روزانہ خرچ کا حساب لکھنا بھی ہر گھر کے لئے ضروری ہے۔ جو عورت حساب نہیں رکھتی وہ اپنے گھر کی سلطنت کا انتظام کیا خاک کرے گی۔ روزانہ حساب لکھا جائے اور مہینے کے آخر میں اس پر نظر ڈالی جائے تو ایک نظر میں معلوم ہو جائے گا کہ کون سے اخراجات بے ضرورت ہیں۔ اور پھر آسانی کے ساتھ ان فضول خرچوں کو کم کیا جاسکے گا۔ غلطی سے آگاہ کرنا میرا فرض تھا۔ اب عمل کرو یا نہ کرو۔ یہ تمہاری مرضی۔

امت الرسول

دریا آباد

(۳۰۶)

خالد کا خط بھائی کے نام

سلیمہ خدا تمہیں عقل سلیم دے !

تمہاری بچی کی شادی دنیا سے کچھ نرالی ہے، تمہیں اس قدر گھبراہٹ اور پریشانی کیوں ہے۔ سب انتظام بخوبی ہو جائیگا، تمہارے شوہر سچ کہتے ہیں کہ برات کو دعوت دینی فرض نہیں ہے۔ پھر تم تو نعیمہ کی شادی شہر کے شہر میں کر رہی ہو۔ عصر اور مغرب کے درمیان برات آئے اور اُسی وقت نکاح ہو جائے۔ برات کی دعوت نہ کرنے سے تمہیں ناک کٹ جانے کا جو خطرہ ہے اس سے مجھے آج معلوم ہوا کہ تمہاری ناک اس قدر ادھر ہے اور موم سے جڑی ہوئی ہے۔ یہ کہاں کی، عقلمندی ہے کہ چاہے گھر نیلام ہو جائے، لیکن کسی رسم میں کمی نہ ہو۔ کچھ تم ہی پر موقوف نہیں آج بہت سی بہنیں جن کی حالت یہ ہے کہ مذہبی فرائض پورے نہ ہوں تو ان کی بلا سے لیکن کسی رسم کا ترک کر دینا ان کے لئے قیامت ہے، تمہاری اس سجاوٹ سے اگر تمہارے شوہر کو کوئی خوشواری پیش آئی تو یہ تمہاری بدسلوکی ہے۔ تمہیں چادر کو دیکھ کر پاؤں پھیلانے چاہئیں۔ اور اگر تم طعن توڑو کہ جب چادر ہی اتنی ہے کہ یہ پھیلاتا تو ایک طرف مہ چھپانے کے لئے بھی کافی نہ ہو تو اوڑھنے والی کی کیا خطا تو میں تمہیں بتاؤں گی کہ خدا کی ایسی مخلوق بھی ہے جو چادر میسر نہ ہونے آگ کی گرنی سے موسم کی سردی کا مقابلہ کر لیتی ہے۔

اور مجھ سے پوچھو تو یہ اس کی دعوت کی یہ رسم اس طرح مٹاؤ الٹی چاہئے

جس طرح غلط حروف کو سلیٹ پر سے مٹا دیا جاتا ہے۔ مرے کو نارے شاہ مبارک
لڑکی والا تو خیر سے ویسے ہی پسپا ہو جاتا ہے۔ دعوت کا یہ خرچ اور خوفناک فنا کر دیتا
ہے۔ ولیمہ کی دعوت البتہ کی جا سکتی ہے کہ وہ حضور کی سنت ہے۔

اشرف زمانی بیگم
اندور ۱۲ جون ۱۹۵۵ء

(۳۱)

پھوپھی کا خط بیٹی کے نام

پر ویز بانو!

میں یہ سن کر حیران رہ گئی کہ پکانے رنیدھنے سینے پر رونے اور گھر کے کام دھندلانا
پر تم پوری طرح چھالی ہوئی نہیں ہو۔ اور ہر کام کو پورے طور پر انجام دینے کیلئے
دوسروں کی محتاج ہو۔ پر ویز ماشا اللہ اب تم سیانی ہوئیں کل کو اپنے گھر کی ہوجاؤ گی
باپ کا گھر کسی لڑکی کا اصلی گھر نہیں ہوتا۔ یہ گھر تمہارے لئے عارضی سرائے ہے۔ اور
شادی سے پہلے کی یہ موجودہ زندگی صرف ایک رات کے برابر ہے۔ جس کے بعد صبح کا
نور نہ ہونا لازمی ہے۔ خانہ داری کے ہر پہلو کو اب اچھی طرح سمجھ لو اور جو سیکھنا ہے
اس کا تجربہ کر کے دیکھ لو۔ تاکہ کوئی منزل ایسی نہ رہ جائے جس سے تم آگاہ نہ ہو۔ وہ
اس وقت اپنی اس غفلت پر لعنت کرو گی۔ اور ماں باپ کی اس حد سے بڑھی
محبت کو قبل اعتراض سمجھو گی۔

محنت کتنی ہی تلخ ہو لیکن اس کا پھل بٹھا ہوتا ہے، مالی کو دیکھو چلچلاتی
گرمی میں اپنے باغ کے لئے جو جو تکلیفیں سہتا ہے۔ اس سے زیادہ اس کے پھلوں سے

لذت حاصل کرتا ہے۔ وہی باغ جس کے لئے اس نے پہلے دھوپ کی نیش اور لو کی تیزی برداشت کی تھی۔ آخر کار اس کے لئے باغ رحمت اور گلزار ارم بن جاتا ہے۔
 پروینہ تم اس خاندان کی چشم چراغ ہو۔ جس کے کانوں نے آجتک غیروں کے طعنہ نہیں سنے، دیکھنا آپیں ایسا نہ ہو تمہاری وجہ سے خاندان کو بٹ لگے۔

تمہاری بھوپتی
 زبدۃ النساء عریضہ

(۳۲)

پھوپھی کی طرف سے بھتیجی کے نام

شہناز!

تم بڑی بیدار ہو۔ اور بہت ہی بدگمان ہو۔ یہ سمجھ لیتی ہو کہ خدا کرے
 میں تم سے آزدہ ہوں۔ میں تمہیں کبھی بھول سکتی ہوں؟ ناخنوں سے بھی کبھی گوشت
 جدا ہوا ہے۔ آج صبح تمہارا خط آیا۔ دوپہر کو تمہیں جواب لکھ رہی ہوں۔ تمہاری
 پریشان حالی سے دل کڑھا۔ خدا تمہیں اس امتحان میں کامیاب کرے، اور رہتی
 دنیا تک خوشحالی اور کامرانی کے ساتھ زندہ رکھے،

ساس نندوں کے طعنے اور چٹکیاں بد نصیب ہندوستان کے کس گھر
 میں نہیں ہیں؟ اس معاملہ میں ہمارا طرز زندگی حد درجہ خراب ہے۔ اور اصلاح
 کا حد درجہ محتاج ہے۔ حیرت یہ ہے کہ سسرال والوں کے اس تلخ اور غیر خوشگوار
 رویہ پر سب ہی نالاں ہیں۔ لیکن پھر بھی آج تک کسی نے اس ظلم و ستم کو مٹانے کا

بیٹرا نہیں اٹھایا۔ اور تعجب ہوتا ہے کہ جو دلہنیں آج سسرال میں کڑھتی اور اپنی بے بسی پر آنسو بہاتی ہیں، کل جب وہی بچوں والی ہوتی ہیں۔ اور اپنے بچوں کی دلہنیں بیاہ کر لاتی ہیں۔ تو وہ اپنی بہوؤں سے اس سے بھی زیادہ برا سلوک رکھتی ہیں۔ لیکن اب عورتیں زیادہ تعلیم سے آگاہ ہو رہی ہیں۔ امید ہے کہ وہ جب ساسوں کا رتبہ حاصل کر میں گی تو یہ جاہلانہ طرز عمل اور دل دکھانے والی باتیں خود بخود مٹ جائیں گی۔

یہ مان لینے کے بعد بھی کہ ہمارے ہاں سسرال کی زندگی جیل خانے کے عذاب سے بھی بدتر ہے مجھے امید ہے کہ نسوانی ذکاوت اور خدا داد ذہانت سے کام لیتے ہوئے تم اس کٹھن منزل کو نہایت خوش اسلوبی سے طے کر لو گی۔ خدمت گزاری اور شیریں زبانی میں دوسروں کو بخشنے اور اپنا بتانے کی زیست طاقت پوشیدہ ہے۔ عقلمندی سے کامیابی کے اس سنہرے سیکھ لو، پھر عمر بھر تم ان سب پر راج کر لو گی۔

آساؤ شش بانو

دھول پور

(۱۳۳)

مومانی کا خط بھانجی کے نام

غزالہ

پرسوں محفل میلاد میں جب رسول مقبول کا ذکر خیر ہوا تھا۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی دیکھے، بیشک مسلمان وہی ہے جس کا دل

حصہ کی محبت سے لبریز ہو۔ میرا پس چلتا تو ان موتیوں کی مالا بنا کر اپنے سینے سے لگائے رکھتی۔ شاید تمہیں معلوم نہ ہو کہ ایسے بیش بہا موتیوں کی قیمت دنیا کا کوئی خزانہ ادا نہیں کر سکتا۔ خدا خود بھی حضور رسول مقبولؐ سے محبت کرتا ہے جب دنیا میں کفر کا اندھیرا چھا گیا اور کوئی دل ایسا نہ بچا جو اللہ کی یاد میں بیقرار ہو، اور کوئی آنکھ ایسی نہ رہی جو خدا کے خوف سے آنسو بہائے تو خدا نے اپنے محبوب ہی کو دنیا میں اس بدترین حالت کو سنبھالنے کے لئے انتخاب کیا۔ محبوبِ دو عالم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو بتایا کہ خدا ایک ہے اور کوئی اس کا شریک نہیں ہے آپ نے مہتوں کی پوجا سے منع کیا، سچ بولنے کی ہدایت فرمائی، غریبوں مسکینوں، یتیموں اور محتاحوں سے ہمدردی کرنے کی تلقین کی، امانت میں خیانت کرنے سے روکا اور خدا کے واحد کی عبادت کرنے کی تاکید کی اسی شمع اسلام کی روشنی سے دنیا میں اُجالا ہوا، مخلوق نے خدا کو پہچانا اور اُس کی وحدانیت کو تسلیم کیا۔ خوش نصیب ہیں وہ مہتیاں جن کے دل تا جہاں دو عالم کی محبت سے لبریز ہیں۔

چھپرہ - ۱۲ مئی ۱۹۳۸ء

محمودہ بیگم

(۳۴)

دادی کا خط یوتی کے نام

میری آنکھوں کی روشنی۔ روشن آواز

لگے برس مشبہ رات کا جلوہ مہتاب کچھ رہا نہ آیا، طبیعت خراب
ہوئی اور ایسی خراب کہ عید کی چاند رات تک سنبھالے نہ سنبھلی، اب دور
بعد پھر رمضان شریف آ رہے ہیں یقین ہے کہ تمہاری طبیعت پھر خراب
ہو چکی ہوگی اور عید سے پہلے کسی طرح بھی مرض سے چھٹکارا نہ ہوگا۔ تم
سب کو فریب دے کر، مگر خدا کو کس طرح دھوکا دو گی۔ رمضان
روزے فرض ہیں اور اکھیں چھوڑنا گناہ ہے، اور گناہ ایک نا
کی طرح ہے اس سے نہ بچو گی تو یہ ناسور بڑھتا ہی رہے گا۔

اسلام پورہ

زمینت اسٹار بیگم
۲۸ شعبان المعظم ۱۳۵۷ھ

لاہور

برابر والیوں کے نام

(۱)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

جون پور

۱۱ دسمبر ۱۹۳۹ء

پیارے اختر!

تمہارا محبت نامہ ملا۔ دہلی کی طرف میرے دل کی کشش بہ ستور ہے
ایک نوزوہ ہندوستان کا دل ہے، دو عمرے میری پیاری سہیلی اختر بھی ہیں
رہتی ہے اس لئے دہلی مجھے کیوں نہ پیاری ہو۔ خط نہ بھیجنے کا سلیب یہ تھا
کہ نفی نسیم بہار کفنی ہمدی لگ گئی کفنی اور ڈاکٹروں نے تو ڈرا ہی دیا تھا
مگر خدا بڑا کار ساز ہے اُس نے میری سُن لی اور میری نفی سی مینا چھپانے
لگی۔

اصغر پر پیار آیا، دیکھنے کو جی چاہا۔ خدا اچھی اٹھان اٹھائے اور عمر
دراد کرے۔ سب کو سلام۔ خطا جلدی بھیجنا۔

تمہاری طلعت

(۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

پیارے بہن !

بہت انتظار کے بعد تمہارا خط آیا۔ اس سے پہلے جو لفافہ آیا تھا اس سے قمر کی بیماری کا حال معلوم ہو چکا تھا مگر اس خط نے قوجی ہلا دیا، ایک ایک لفظ غم میں ڈوبا ہوا ہے مگر میری اچھی بہن اس طرح ہراساں نہ ہوا اپنے کمزور دل کو مطمئن کرنا خدا ہماری دعاؤں کو سنے گا اور انشاء اللہ قمر ضرور اچھی ہو جائیں گی اس وقت بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مرصیہ کی تیمارداری پر توجہ کی جائے اور یہ اسی وقت ہوگا جب کہ تم اپنی بے کلی اور بے قیاری پر قابو پا لو گی۔

نرگس

مٹیا محل دہلی

۱۱ دسمبر ۱۹۳۷ء

(۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

دلشادپوری

رات زیادہ جا چکی ہے نیند کا هجوم ہے آنکھیں خمار میں جھکی پڑتی ہیں

مگر میں نے بھی دل میں ٹھان لی ہے کہ تمہیں کسی وقت خط لکھ کر رہوں گی۔
 کئی روز سے سوچ رہی تھی کہ تمہیں خط لکھوں گردن میں گھر کے بھندوب
 سے فرصت نہیں ملتی جس کام کو ماما پر چھوڑ دوں دل کو نہیں لگنا، کوئی نہ
 کوئی خامی اور کوئی نہ کوئی عیب ضرور رہ جاتا ہے، اس لئے میں تو ماما کے ہونے
 بھی ہر کام اپنے ہاتھ سے کرتی ہوں اور تم دل شاد بانو کہیں ایسا تو نہیں ہے
 کہ شہزادی بنی تخت پر بیٹھی رہتی ہو اور سب کام نوکروں پر ہی چھوڑ دیتے ہوں
 اگر ایسا ہے تو تمہاری سلطنت کے انتظامات کا خدا ہی حافظ ہے۔

اچھا یہ بتاؤ تمہارے مزاج کیسے ہیں، پہلے وقتوں میں خط کے شروع میں لکھنا
 ضروری سمجھا جاتا تھا کہ یہاں خیریت ہے اور تمہاری خیریت نیک مطابق اور
 میں نے آخر میں تمہاری مزاج پرسی کی ہے۔

نورالتہار

حیدر آباد دکن

۴ فروری ۱۹۳۷ء

پتھر گٹھی

(۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

شملہ۔ دل کش منزل

گل رخ بانو

تم سے تمہارا خط اچھا ہے جو میرے پاس آتا ہے اور تمہاری بات چیت
 کرتا ہے، تمہیں کتنی مرتبہ لکھ چکی ہوں کہ ایک روز کے لئے میرے پاس ہو جاؤ

مگر کیا مجال جو کبھی بات مانو مگر یہ سمجھ لینا کہ میں خفا ہو گئی تو سنانا مشکل
ہو جائے گا، اچھا میری بہن اب بتاؤ کب آؤ گی۔

جواب کا انتظار ہے اور جواب سے زیادہ تمہارا

لطیفہ بانو

۸ جون ۱۹۳۹ء

(۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

مراد آباد

چھپتہ بازار

پیارے لطیفہ !

میں اکثر سوچا کرتی ہوں کہ تم مجھ کو زیادہ پسند کرتی ہو یا میں تم کو زیادہ
پسند کرتی ہوں۔ تم کو مجھ سے زیادہ محبت ہے یا مجھ کو تم سے زیادہ محبت ہے، تم
کو میری جدائی زیادہ ناگوار ہے یا مجھ کو تمہاری جدائی زیادہ ناگوار ہے، مگر
کبھی کوئی فیصلہ نہ کر سکی، اور فیصلہ نہ کرتے پر خوش ہوں، کیوں کہ ہم دونوں کو
ہی زیادہ محبت ہے نہ مجھے کم ہے نہ کہہ سکتی ہوں کہ تمہیں کم ہے، مگر تمہارا خط
جو آیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ میں تمہارے بلاوے کو مال رہی ہوں حالانکہ
میں بشر ہے جو شملہ کے پڑ پڑا موسم کو چھوڑ کر یہاں کی جھلسا دینے والی گرمی کو
پسند کرے گا۔ مگر بھائی پڑھائی کے سبب آج کل علی گڑھ کے ہوئے ہیں

اور کوئی ایسا نہیں ہے جس کے ساتھ میں آسکوں، تم تو پہاڑ پر پہنچ کر کچھ
اوپر ہو گئیں اور اونچے خیالات کے سبب اپنے نیچے لوگوں کی مجبوریاں
کو نہیں سمجھتیں، کیونکہ اب ہم سب یہاں والے تو تم سے کوئی میل نیچے ہیں
نا؟ کیوں ٹھیک ہے

تمہاری
گل رخ

(۶)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

پیارے بہن ششاد با تو! تم نے شکایت کی ہے کہ میں نے تمہیں بہت مختصر خط بھیجا مگر افسانہ کر
میں نے دو لفظ لکھ کر بھیج تو دیئے تمہیں تو گورا کاغذ بھیجے کی بھی فرست نہیں
مہینوں تمہارا خط نہیں آتا۔

بہن کنول بانو کی بیماری اور کبھی طبیعت سننے والے کا حال معلوم ہوا میری
طرف سے مبارکباد پہنچا دینا۔ اور کہنا بار بار بیمار پڑ کر تمہیں خواہ مخواہ
لوگوں کو پریشان کرنے میں کیا مزہ آتا ہے۔ والسلام

تمہاری
نریا

دہلی زسیت محل
۱۵ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ

(۷)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بہن کہکشاں بانو!

تم نے میری تعریف میں زمین آسمان ایک کر دیئے اور مجھے فرشتے سے
عرش پر پہنچا دیا، تم نے لکھا ہے کہ میں لکھتی ہوں تو بشارت میں مہری کی ڈلیاں
گھول دیتی ہوں اور بولتی ہوں تو منہ سے پھول جھڑتے ہیں تو پھر تم کیوں نہیں
آئیں کہ روزانہ پھولوں کا ڈھیر لگا یا کروں۔ سو جواب یہ پوہنی پڑے ہوئے
یا سہیلی نہ ہوتے ہوں گے اور تم خط بھی تو جلدی جلدی نہیں بھیجیں۔ کہ میں ان کے
جواب میں نہیں مہری کے کوزے ہی اور زیادہ بھیج سکاؤں۔

منہ دیجھے کی تعریف تو اتنی سستی ہے کہ مثالیں دی جاسکتی ہیں لیکن تم نے
پیٹھ پیچھے بھی تعریف کے پل باندھ دیئے ہیں، مجھ میں یہ جو کچھ ہے اردو کی کتابوں
کو غور سے پڑھنے کا صدمہ ہے، تم بھی اردو کے مشہور مصنفوں نگاروں کی کتابیں
پڑھو کہ کس مطلب کو کن الفاظ میں ادا کیا گیا ہے تو تمہاری اور تمہاری کھتری
میں کبھی یہ خوبیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

امۃ البصیر

دہلی

کرہ نگیش

۱۷ جولائی ۱۹۳۷ء

(۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

نورافشاں! خدا تمہیں اور چمکائے

مگر بہن گھرداری کی مصروفیتیں اور فضول بنادُ سنگھار سا کھڑا سا کھڑے چلنے کی چیزیں نہیں ہیں، میں مانتی ہوں کہ آرائش عورت کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے، مگر اس طرح کہ کوئی تمہاری طرح گھنٹوں بنادُ سنگھار میں مصروف رہے سہہ ستا عورتوں کا حسن و آرائش تو یہی ہے کہ وہ سگھڑ ہوں اور گھرداری کو سلیقہ سے چلا سکیں۔

اس خط میں کوئی بات کرطدی معلوم ہو تو معاف کرنا، میں نے جو کچھ لکھا تمہیں اپنی عزیز بہن سمجھ کر لکھا ہے۔ اس طرح مجھ میں بھی کوئی برائی یا عیب ہو تو تمہیں اس سے مجھ کو آگاہ کرنا ضروری ہے۔

شمار

ریاست الود

قاصنی محلہ

۳ رجب المرجب ۱۳۵۷ھ

(۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

خوشید بہن

مجھے تمہاری سسرال کے حالات سن کر سچی خوشی ہوئی کہ وہاں ہر

کوئی مہنہیں آنکھوں پر بٹھاتا ہے، مہتہارے سینے پر دھن کی، تمہارے کھانے
پکھانے کی، مہتہارے علم و ہنر کی اور مہتہارے نماز روزے کی دہاں ہر زبان پر تشریف
ہے، مین چپن ہی سے کہتی تھی کہ ہماری خوشید موتی ہے، پتھر مہنہ ہے، خدا اس
موتی کی آب و تاب کو چمکے۔

سنا تھا تمہارے دیور پڑھائی کے لئے حیدر آباد جا رہے ہیں، اُن کے جانے
کے بعد اُن کی دُھن کہاں رہی گی؟

صالح خاتون

پشاور

قصہ خواتین بازار

سہارا چ ۱۳۹۸ء

(۱۰)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بمبئی

محمد علی رند

مہن شہستان سکیم

مدت سے تمہارے ایک خط کی فرستداری ہوں آج اسے ادا کرتی ہوں

جو اب میں اس لئے دیر مٹوئی کہ میں سخت بیمار تھی، ملک الموت کو صند تھی کہ
میں جاں لے کے ملکوں اور حکیم ڈاکٹر چاہتے تھے کہ ہماری بات رہے۔

ملک الموت کی صند تو ایک دن پوری ہو کر رہے گی، مگر فی الحال ڈاکٹر

اور حکیموں کی بات رہ گئی اور اب تمہاری فرحت نہ زندہ ہے بلکہ پورے
طور پر صحت یاب ہے اور اس قابل ہے کہ اگر تم چاہو تو روز دو خط تم کو

لاکھا کرے۔

۱۱ شعبان المعظم
۱۳۵۸ھ

مٹھاری
فرحت آراء

(۱۱)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

اردو بازار گورکھ پور

رفعت بہن !

محرم الحرام ۱۳۵۶ھ

رات جب میں سوئی تو نکھرے ہوئے آسمان پر تارے جھلما رہے تھے
مگر ادھی رات کو ایک زوردار دھماکے سے میری آنکھ کھل گئی، اس وقت
مطلع تارکک تھا اور سیاہ بادلوں کے ٹکڑے آسمان پر ادھر ادھر اڑتے تھے
رہے تھے، ہاتھ کو ہاتھ نہ سمجھائی دیتا تھا، پھر یکا یک بجلی زور سے جھپکی اور بادل
اس طرح کڑکے جیسے تھوڑے فاصلے پر توپوں کی باڑھ چل رہی ہو۔
اب صبح کی نماز کے بعد میں مہتیں خط لکھ رہی ہوں، آفتاب مشرق پر قدر
کی نورانی منگلی نے نشیب کے دامن کو چاک کر دیا ہے اور صبح کا نور ہر طرف
پھیل رہا ہے، رات کا طیفان کب کا کھتم چکا، ختم ہو چکا اور اب اس کا کوئی
نشان باقی نہیں ہے۔

کیا تم اس سے یہ سبق نہیں لے سکتے کہ دنیا کی ہر چیز فنا ہے اور ختم
ہو جانے والی ہے، مصیبت جو اس وقت تم پر پڑی ہوئی ہے اس میں شک

ہنیں بہت سخت ہی، مگر میری بہن جب بڑے سے بڑا طرفان زیادہ عرصہ
تک قائم نہیں رہتا تو یہ مصیبت بھی یقیناً مٹ جائیگی فنا ہو جائے گی اور خوشی
اور مسرت پھر تمہارا دامن چومے گی، البتہ ہمیں چاہئے کہ میری کے ساتھ ہر مصیبت
کا مقابلہ کریں، دُکھ سے گھرانہ جائیں، کیونکہ استقلال ایسی چیز ہے جس سے ہر مصیبت
کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ والسلام

تمہاری
رحیمہ

(۱۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

نزاہت بیگم خاں

۲۴ رمضان المبارک ۱۳۲۴ھ

طلعت جہاں کی طرف سے پیاری شا کوئے نام
اری مژدی تیرے خط کے انتظار نے تو یہاں ہم سب سہیلیوں کو تڑپا رہا
دیا سسرال جا کر تو ہم سب کو ایسی بھولی جیسے ہم کوئی کھٹے ہی نہیں عالتہ اور
لطیفہ کی مائیں کئی مرتبہ تیرا خط پوچھنے آئیں، مگر میرے پاس سولے سے ایک نہیں
کے اور کیا تھا۔

بہن ایک زبردست شکایت یہ سنی ہے کہ تمہاری سسرال والے شاکی
ہیں کہ تمہیں دھنگ کا کھانا پکانا نہیں آتا، اگر یہ واقعی سچ ہے تو پھر تمہارے ماں

باپ کے نام کو خوب ڈبیرا اور ہم سب سہیلیوں کی بھی مٹی پلید کی ۔
اب یہ تو چونے سے رہا کہ ہم میں سے کوئی وہاں آگرا درمٹھائے کان
پکڑ کر مٹھیں کھانا پکانا سکھائے سب سے آسان ترکیب یہ ہے کہ کھانا
پکانے کے متعلق کوئی عمدہ سی کتاب منگوا لو۔ اس طرح بغیر مشکل کے تم بہت جلد
کھانے پکانے سیکھ جاؤ گی ۔

تمہاری سہیلی
طلعت جہاں

اپنی نند سے میرا سلام کہنا

(۱۳)

سہیلی کا خط، سہیلی کے نام

۱۰ مئی ۱۹۳۰ء

دلدار بالو

تمہارا دعوتی سکارڈ ملا، میں ضرور شریک ہوتی، مگر گھرداری کی مصروفیت
اور اس چھوٹی سی سلطنت کی ذمہ داریاں ابھی اس کی اجازت نہیں دیتی ۔
مخفیہ میلاد کی پہلی میل مبارک ہو شریک ہونے والی سہیلیوں سے سلام

شاہی دسترخوان مرتبہ رضیہ سلطانہ چین دلجوئی کی کھانا پکانے کی بہترین
کتاب ہے جس میں کئی سو منہ دستاویز اور اگر نرمی کھانا پکانے کی ترکیبیں درج ہیں
قیمت تین روپے آٹھ آنے ۔ نیا کتاب گھر اردو بازار دہلی سے طلب کیجئے ۔

اور فریدہ آئے تو کہہ دینا کہ میں اپنے خط کے جواب کا انتظار کر رہی ہوں

والسلام

شاہنواز

منظر نگار

(۱۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

۱۳ مئی ۱۹۳۴ء

دہلی یا ڈھ ہندو راؤ

قبصرہ پیاری !

تم تو اچھی خاصی خط بن رہی گئیں بچی ہو، تمہاری بھابی کے ہاں اور نام رکھوائے چلی ہو ہزار میل دُور دہلی میں مجھ سے، انہیں بڑا یہ میرے بس کا روگ نہیں، کہیں بچی ہو غلام صورت اور میں نام رکھ دوں شہزادی بانو، یا وہ ہو کالی سوئیل اور میں نام نہ جسے بخور نہ کر دوں تو پھر تمہاری سہیلیاں مجھے خط بن کہیں گی، ہاں اگر لکھو تو کوئی اچھا سا نیا نام چھانت دوں، کیونکہ یہ ہے بھی تو ظلم کہ تم ہو کامنی سی اور کہلاتی ہو سکندر جس نے اپنی جان بازی اور دلیری سے دُنیل کے بڑے حصے کو فتح کر لیا تھا حالانکہ تم رات کو اندھیرے میں پتی دیکھ لو تو ڈر جاؤ۔ اس لئے میرا کہنا مانو اور اپنا نام بدل کر نراکت جہاں رکھ لو۔

اچھا بڑا خفا نہ ہو۔ ہنسی ہو چکی، میں تمہارے حکم کی تعمیل میں چند اچھے سے نام سوچ رکھوں گی اور پرسوں لکھ بھیجوں گی۔ کیوں بس اب تو ناراض نہیں ہو

تمہاری کہکشاں

(۱۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

حضرت پر کلکتہ

۸ اگست ۱۹۵۵ء

ملقبیس جمال

بہن کسی بچیوں کی سی باتیں کرتی ہو، مجھے رضیہ بیگم کا کچھ اتنا پتا معلوم ہوتا ہے تو میں انھیں خط بھیجتی، ایک آدمی دفتر میں نے نورا الصبح کو لکھا بھی کہ ان کا کچھ حال معلوم ہو تو لکھیں لیکن انھوں نے خود ایسی چپ سارھی کہ میرے سب خط سہنم اور جواب میں ایک حرف بھی نہیں پھر بتاؤ میرا اس میں کیا تصور؟ رضنا بیگم نے بخار کیوں آنے دیا اور اسے اس شدت کے ساتھ کیوں چڑھنے دیا، کیا انھوں نے بخار سے بھی بہنا پا کر لیا ہے، انھیں کسی اچھے حکیم کو دکھاؤ، میرا دل ان کے واسطے بہت کڑھتا ہے۔ خدا انھیں شفا دے۔

تمہاری

سرور جہاں

(۱۶)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

شہیم اختر!

تمہارے مسرت نامے نے جس میں تمہاری چھوٹی بہن کی شادی کی مسرت
افزا خبر کھتی، میری مسرت کو دوبالا کر دیا۔

میں بہت دن سے سوچے ہوئے کھتی کہ میری تمہاری ملاقات اس طرح ہو
کہ میں ہوں آپا سعیدہ ہوں اور باہم شکوہ شکایت ہو، اب یہ مراد برآئی ہے
ایسے موقع کو کس طرح چھوڑ سکتی ہوں، تم سے ملنے کا اشتیاق اور آپا سعیدہ
کے دیدار کا شوق ایسا نہیں ہے کہ مجھے آرام سے سونے دے۔ میں
آنکھوں سے آنسوؤں کی۔

والاداب، والسلام، والدعا والپیار۔ اس میں جس کا جو حصہ ہو
پہنچا دینا۔

مرعوب النساء، ۲ اگست ۱۹۳۹ء

راجہ بازار راولپنڈی

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

(۱۷)

شبستان!

تمہارے خط نے مجھے نیم جان کر دیا آہزوہ ایسا کونسا مرض ہے جس نے

اتنا سراٹھایا۔ مگر کچھ بھی ہوا اب تم بہت جلد اچھی ہو جاؤ گی اور
میری دعائیں پیکار نہ جائیں گی۔

میں ہر لمحہ تمہیں یاد آتی ہوں کیوں نہ یاد آؤں میں بھی تو کسی
وقت تمہیں نہیں بھولتی۔ تمہاری بیماری کا خیال مجھے راتوں سونے
نہیں دیتا، یہ سچ ہے کہ تم مجھ سے بہت دُور چلی گئی ہو۔ مگر دل میں وہیں ہو
جہاں تھیں

حسن بانو

منظر نگار

(۱۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بھوپال

۳۰ ستمبر ۱۹۲۹ء

زائدہ خانم۔ علیکم السلام
میرا پچھلا خط پڑھ کر تم حیرت زدہ رہ گئیں کہ تعلیم کے معاملے میں
عورتیں کتنی بھی مردوں سے سمجھ نہیں رہیں۔ اور یہ کہ اندلس میں جب مسلمانوں
کی حکومت تھی اور یورپ کی آتش سرزمین پر اسلامی جھنڈا لہراتا تھا۔ اس زمانے
میں ہاں عالیشان کتب خانہ ملک بھر میں مشہور تھا لیکن میں نہیں سمجھ سکی اس میں
تعجب اور حیرت کی کیا بات ہے۔ دراصل یہ سب تمہاری لاعلمی کا نتیجہ ہے۔
اگر تم نے مسلمانوں کی تاریخ دیکھی ہوتی۔ اور ان میں عربوں کے حالات
پڑھے ہوتے تو معلوم ہوتا کہ ان میں جہاں مرد عالموں کا حال تحریر ہے

وہیں عالمہ عورتوں کا حال بھی تفصیل سے موجود ہے۔ بلکہ بڑے بڑے مرد علماء نے پردہ نشین عالمہ عورتوں سے علم حاصل کیا ہے شاید تم اس مشہور واقعہ سے بھی بے خبر ہو کہ اُمت کی ماں حضرت عائشہؓ سے لاتعداد حدیثیں روایت ہیں حضور رسول مقبول کے وصال کے بعد صحابہ کو جب کسی معاملہ میں الجھن معلوم ہوتی تو حضرت عائشہؓ اپنی معلومات اور علم سے اُسے سلجھا دیا کرتی تھیں۔

اب سے کچھ پہلے ہندوستان میں بچیوں کو تعلیم سے محروم رکھا جاتا تھا لیکن یہ سب دوسری قوموں کے رسم و رواج کو اپنا لینے کا نتیجہ تھا۔ جو عورتوں کو جانوروں سے بدتر سمجھتی ہیں۔ لیکن اسلام نے چونکہ عورتوں کو بہت اونچا درجہ عطا فرمایا اس لئے دوسری قوموں سے اپنائی ہوئی رسمیں کب تک قائم رہیں۔ چنانچہ خدا کا شکر ہے اب ہندوستان میں بھی عورتوں کی تعلیم کا ہر طرف چرچا ہے اور ملک بھر کی کونسلوں اور اسمبلیوں میں عورتیں ممتاز حیثیت سے شامل ہیں۔

شایدہ کو ضرور پڑھاؤ۔ تم اتنی سی معمولی بات بھی نہیں سمجھتیں کہ عورت جب تک تعلیم یافتہ نہ ہوگی گھر کی چھوٹی سی سلطنت کے انتظامات کس طرح چلائے گی۔

تمہاری

ارجمند بانو

(۱۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بدھ وار پیٹھ پوتہ

مورخہ ۹ جنوری ۱۹۳۳ء

کیوں بی ستارہ جیہیں!

کسی طرح متوگی بھی یا یونہی خفا رہو گی اور اگر منے کی قسم کھائی
ہے تو روٹھتے کا سبب بناؤ تمہارا خط نہ آنے سے مجھے بڑی الجھن ہوتی ہے
اور جب پندرہ پندرہ بیس بیس دن خط نہیں آتا تو تم پر غصہ آنے لگتا ہے۔
کہ تم میسور جا کر مجھے بالکل ہی بھول گئیں۔ یا تمہیں پیسے اتنے پیارے ہو گئے
کہ خرچ کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

میری اچھی بہن خط نہ لکھنے کا سبب لکھو۔ تین پیسے کا خیال ہے تو وہ
میرے نام لکھتی رہو جب آؤ گی حساب کر کے پانی پانی لے لینا۔ یا اعتبار
نہو تو بیرنگ خط ہی بھیجو۔ لیکن خدا کے واسطے کسی طرح اس خاموشی کو توڑ دو یہی
تمہاری۔ نستر

(۲۰)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

عندلیب بانو

میرا خیال تھا کہ تم پانی پت انصاریوں کے محلے میں بیٹھی ہوئی گھر کے

دھندوں میں مصروف ہوگی اور تم دنانہ باغ دہلی کے جلسوں میں بیٹھی ہوئی عورتوں کی
زندگی سنوارتے ہیں مشغول ہو۔ اور یگم محمد علی سے باتیں کر رہی ہو۔ عندلیب کیا
کیا کہتی ہو کیسی فرصت کہاں کی فرصت۔ شمس النہار کی بیماری کی تمہیں خبر ہی ہے
اسے اکیلا چھوڑ کر کیسے نکلوں۔ ورنہ تم لکھنؤ میں اور میں نہ شریک ہوتی۔ اور پھر
جہاں عورتوں کو خواب غفلت سے جگانے کی تدبیریں سوچی جا رہی ہوں، وہاں
تو آنکھوں سے آنٹی میں تمہارے پاس نہیں ہوں۔ مگر میرا دل وہیں پڑا ہوا ہے
خدا کرے تم کوئی ایسی تدبیر بھی سوچ سکو جس سے جہیز کی زیادتی کو روکا جاسکے
آج یہ ویسا بڑی طرح پھیلی ہوئی ہے کہ شادیوں میں زیادہ سے زیادہ جہیز دیا
جائے۔ اور اس طرح لاتعداد گھرانے تباہ ہو گئے ہیں۔

گلزار بانو
ناگپور

اتوار ۵ مارچ
۲۳ دسمبر ۱۹۳۵ء

۲۱

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بی۔ رخصتانہ!

تمہیں ریحانہ کی شادی کی اتنی جلدی کیوں ہے۔ ہر دفعہ اس کی
شادی کو کیوں پوچھتی ہو۔ شادی کی تاریخ مقرر ہو اور میں تمہیں خبر
نہ کروں۔ ایسا ہو سکتا ہے؟
بڑی اچھی ہو۔ شام زندگی۔ شام زندگی، میری جان کھالی۔ وہ کتاب تمہاری

ہے۔ میں نے کھا نہیں لی۔ میرے پاس بطور امانت ہے۔ پڑھ لوں تو پیچیدہ
 گی۔ اور جب تک پڑھ نہ لوں لاکھ خط لکھو تو کیا ہوتا ہے۔
 آخر بقیس۔ اور نفیس کو سلام اور دیدار کی آرزوئیں۔
 تمہیں دعا اور سلام۔ اس میں تم جو چاہو قبول کر سکتی ہو۔ لیکن دیکھو
 صرف ایک چیز لینا۔

شہیم فاطمہ
 گلبرگہ

درگاہ شریف
 ۸ محرم ۱۳۵۳ھ

(۲۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

کیوں نرگس پیاری!

تم اپنی تکلیف کو مجھ سے چھپاتی ہو۔ تم نے اپنے مزاج کی ناسازی کا حال
 کچھ نہ لکھا۔ اگر شکفتہ باتوں کا خط نہ آتا تو مجھے کس طرح خبر ہوتی۔ اور اگر خبر نہ ہوتی
 تو میں تمہاری صحت کی دعا کس طرح مانگتی۔ جب سے مجھے تمہاری بیماری کی اطلاع
 ہوئی ہے ہر نماز کے بعد دعا مانگ رہی ہوں۔ اُمید ہے پہلے تم تندرست ہو جاؤ گی
 اور یہ خط بعد میں ملے گا۔ تمہارا خط جس میں تم نے اپنی بیماری کا کوئی حال نہیں لکھا
 تھا، اشعبان مطابق ۱۳ دسمبر مفتہ کو مجھے ملا تھا۔ خط کے آنے نے تمہاری خوش
 کا و سوسہ میرے دل سے مٹا دیا۔ کیا کروں دور ہوں۔ معذوریوں ورنہ خود
 تمہارے پاس پہنچ کر تمہاری تیمارداری کرتی۔ اب خدا سے گڑ گڑا

گریڈ گڑا کر تمہاری صحت کی دعا مانگنے کے سوا کیا خدمت کر سکتی ہوں۔ خدا
کرے جلد تمہاری تندرستی کی اطلاع آئے۔ اور مجھے خوشی ہو۔ جب تک
ایک خط نہ آئے گا میرا دل قرار نہ پائے گا۔ خط بھیجے میں دیر نہ کرنا۔ ڈاکیہ
کے انتظار میں آنکھیں لگی رہیں گی۔

اختر حبیب

بھساول

(۲۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

ساغر بانو پیار!

آج بدھ کا دن بارھویں تاریخ دسمبر کی اور غالباً چودھویں ذی قعد کی
ہے۔ کل دوپہر کو امتیاز النساء کی قاسم جان سے میرے پاس آئی تھیں اپنے
صاحبزادے کے لئے اکھنوں نے تمہارے شہر میں بہو تلاش کی ہے اور چونکہ جانتی ہوں
کہ ساغر بانو اگر رہتی ہیں۔ اس لئے میری معرفت وہ تم سے یہ پوچھنا چاہتی ہیں کہ
ارجمند بانو جو عمر دراز خاں رئیس کی لخت جگر ہیں اور جن کا مکان چھلی اینٹ
کے محلے میں ہے کس عادت و اطوار کی ہیں۔ اُن کے تمام حالات تحقیق کر کے مفصل
لکھو۔ قوم کیا ہے، عمر کیا ہے۔ لیاقت ذاتی کا کیا رنگ ہے اور طرز رہائش کس
ڈھنگ کی ہے۔ جواب میں دیر نہ کرنا۔ کبھی تم دو آنے کا منہ کرو۔ اور پیچاری
امتیاز النساء بھر بھر پیسے کہاں کو دیتے دیتے تھک جائیں۔ زیادہ کیا
لکھوں۔

دھوپ میں بیٹھی ہوں۔ فہمیدہ اور شکیدہ بھی مدت کے بعد آج آئی ہوئی
ہیں۔ تینوں بیٹھی ہوئی کشیدہ کاٹھ رہی تھیں کہ تمہاری یاد آئی۔ کئی سوڑے سے
تمہارا خط آیا رکھا ہے۔ اس وقت میں نے کہا لاؤ مہر سے بلا ٹالو۔ چائے تیار
ہے۔ لفاقہ بند کر کے سوین کو دوں گی کہ وہ امام بخش سے ڈلوادے۔ ہم تینوں
دالان میں جائینگے میں کیتلی میں سے چائے نکالوں گی۔ پیالیوں میں سے گرم گرم
بھاپ نکالے گی۔ اور اس کرکڑاٹے جاٹے میں کچھ دیر کے لیے امن کا سامان
ہو جائے گا۔ چائے پیئیں گے اور پیتے پیتے تمہارا ذکر کرتے جائیں گے تم نہ
سہی تمہارا ذکر ہی سہی۔

۱۲ دسمبر ۱۹۳۲ء
پردن چڑھے

سنجیدہ اختر
دہلی

(۲۴)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

شع رخ یا نوا

تمہاری طویل طویل چھٹی ملی جس کے ہر لفظ میں محبت اور دلداری کی جھلک
ہے۔ خدا اس کے لکھنے والی کی عمر دسات کرے۔ تم جو بیمار ہو تو میں بھی آج کل اچھی
نہیں ہوں۔ بظاہر کوئی مرض نہیں مگر قلب پر گہری محسوس ہوتی ہے۔
تم نے یہ کیا کیا کہ پہلے تو شمسہ سے اپنا راز کہہ دیا اور پھر یہ بھی چاہا کہ وہ کسی
سے بیان نہ کرے۔ اب تم اپنی بات دوسروں کے اختیار میں دے چکیں۔

اور تیرکمان سے نکل چکا۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ یہ تیر کہاں جا کر گئے۔ آئندہ احتیاط برتو اور اپنی بات دوسروں کے اختیار میں نہ دو۔ بلیقیس جمال کے خط کہیں کاغذات میں رل مل گئے۔ تلاش کر کے بھیجوں گی۔ تمہارے خط معاف کرنا بہت شکستہ لکھے ہوئے ہوتے ہیں۔ اگر ذرا ہاتھ سینٹھال کر لکھو تو مجھے پڑھنے میں آسانی ہو۔ تمہاری طبیعت خراب ہے خط مختصر لکھا کرو ایک ہی مرتبہ اتنا زیادہ لکھنا ٹھیک نہیں۔ میں چاہتی ہوں جلدی جلدی تمہارے خط آئیں اور اتنے مختصر کہ تم آسانی کے ساتھ لکھ سکو۔ دعائے صحت پر اس خط کو ختم کرتی ہوں۔

آمنہ سلطانی
سہارنپور

بازار شہنشاہی
۱۳ اکتوبر ۱۹۳۱ء

(۲۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

نیلی نام!

میری بہن!

تم نے جس دھوم دھام سے مجلس وعظ منعقد کی اس پر بہت سی بہنوں نے مجھے یہاں مبارکباد دی۔ دیکھا جائے تو انھوں نے ہمارے بہناپے اور ہمارے تعلقات دلی کو صحیح سمجھا۔ مجھ میں اور تم میں فرق ہی کیا ہے۔

دیکھنے میں ڈاؤ لیکن حقیقت میں ایک۔ میں شرکت سے معذوری شرمسار
ہوں۔ تمہاری خفگی بچا ہے۔ مگر پہلے اسکی وجہ سن لو۔ پھر جو دل چاہے کہہ لینا۔ بلکہ
زیادہ اچھا یہ ہو گا کہ چار چھ روز کے لئے یہاں آنے کی تکلف گوارا کرو۔
میں اپنا درو دل نہیں سناؤں۔ میں یہاں تمہاری بہن مشہور ہوں۔ اور تم میری
خبر نہیں لیتیں۔

انور جمال

رام پور

قلعہ بازار

۶ اگست ۱۹۳۳ء

(۲۶)

نند کا خط بھاج کے نام

قدسیہ بھابی۔ سلام مسنون !

ہم اچھے ہیں تو جہان اچھا ہے۔ اس لئے فی الحال خیریت ویریت
پوچھنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ پوچھنا یہ ہے بھابی کہ بات کا ننگڑا بنانا تمہیں
کب سے آیا۔ میں نے تمہیں یہ کب لکھا تھا کہ ریسہ کو چیز دینے کی ضرورت نہیں میرے
خط نکال کر دیکھو کسی ایک فقرے سے بھی یہ مطلب نہیں نکلے گا۔ میں نے جو
کچھ لکھا وہ صرف یہ ہے کہ چیز اتنا ادھا دھند نہیں دینا چاہیے کہ بیٹی کے بیاہ
کے لئے مکان بچنے کی نوبت نہ آئے۔ یا سود پر قرض لیا جائے۔ اور وہاں اس بات
کی بھی میں نے مخالفت کی تھی کہ چیز میں بیکار اور فضول سامان جو دیا جاتا ہے
وہ نہ دیا جائے۔ برتن صرف وہ ہوں جو گھر داری کی ضروریات کو پورا کر دیں زیور اتنا
ہو جو روزمرہ پہنا جاتا ہے۔ کپڑے ایسے ہوں جو آجکل کی پسند کے مطابق ہوں

اتنے زیادہ برتن دینا حماقت ہے۔ کہ ان کے لئے کئی کوٹھڑیوں کی ضرورت ہو اور وہ ہر سوں متقل پڑے رہیں۔ اتنے زیادہ زیور دینا جہالت ہے جن کی روز مرہ ضرورت نہ پڑے۔ اور کسی تقریب کی آمد کے انتظار میں ہینوں پٹاریوں میں پڑے جھک ماریں۔ اور گوٹہ کناری کے بھاری اور قیمتی کپڑے دینا لغویت ہے جو ہر سوں کام نہ آئیں۔ اور پڑے پڑے کالے ہو جائیں۔

یہی باتیں میں نے بھائی سے زبانی بھی کہی تھیں۔ وہ بولے یہ باتیں ہیں تو سب ٹھیک لیکن خاندان اور نگلی محلے میں جو ہماری عزت اور توقیر ہے، اور پاس پڑوس والوں کی آنکھوں میں جو ہمارا اونچا درجہ ہے اس نے ہمارے پیروں میں بیڑیاں پہنا دی ہیں۔ اور ہم اس رسم و رواج کو نبھانے اور اس اونچے درجے کو قائم رکھنے کے لئے مجبور ہیں۔ دیوانہ بچھے ابھی سیکتہ کی شادی ہوئی ہے اور بہت دھوم دھام سے ہوئی ہے۔ آپ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ہم نقد روپیہ دے کر یا مکان نام میں کر کے پیٹھ جائیں اور نمود و نمائش یا دھوم دھام کے بغیر شادی رچائیں۔ بھائی عمر میں مجھ سے ایک ہی سال بڑے سہی، نگہ پھر بھی بڑے ہیں، میں ان سے کیا بحث کرتی۔ انہوں نے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ تم لوگوں نے دیکھو کہ تم بھی ان کی ہم خیال ہو جاؤ گے۔ کادمہ دار رسم و رواج کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن اگر یہ پوچھا جائے کہ یہ رسم و رواج کس نے بنائے تو معلوم نہیں تم لوگ کیا جواب دو گے۔ ان رسم و رواج کو بنانے والے بھی جب ہم تم ہی ہیں تو پھر ہم تم کو ہی انہیں نیست و نابود کرنا ہو گا۔ میری اچھی بھابی تمہارے پیروں میں جو رسم و رواج اور عزت و توقیر کی بیڑیاں پڑی ہوئی ہیں کیا تم اپنے آپ کو ان سے نہ

چھڑاؤں گی۔ نمود و نمائش کی تمام فضول اور بیکار چیزوں میں دہیہ پھنسی کی بجائے کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ ضروری برتن ہلکے سے دو چار زیور اور نقایل استعمال کیڑے دیئے جائیں! اور کوئی ایسی فالتو چیز نہ دی جائے جو کبھی بوسہا برس میں کام نہ آئے بلکہ ان تمام چیزوں کا روپیہ ریسے کے دولہا کو نقد دے دیا جائے۔ کہ وہ کسی اچھے کاروبار میں لگا دیں تاکہ اس کے منافع سے ریسے خود اپنی ضروریات کی چیزیں بنا سکے یا خرید سکے۔ اور اصل رقم قائم کی قائم رہے یہاں ایسا کیوں نہ کر و کہ بھائی تم خود اس رقم کا کوئی مکان خرید کر ریسے کو چہیز میں دیدو۔ اس کا کہ یہ ایک مستقل آمدنی ہوگی۔ وقتاً فوقتاً ریسے کو جن چیزوں کی ضرورت پڑے گی۔ وہ اس آمدنی سے پورا کرے گی۔ اور اصل رقم ہر حالت میں محفوظ رہے گی۔

تمہاری :- شہر بانو

چکرو تہ

۱۴ شعبان المعظم

(۲۷)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

فرخندہ !

بہن! تم نے بڑا ظلم کیا۔ وعارہ کیا اور نسیم اختر کے بیاہ میں تہ میں یہ ظلم نہیں تو کیا ہے اور ستو وہ آئی تھیں تمہاری سہیلی رشیدہ لیکن بالکل بیچا بن کر انکی کالی شکل پر مسخرے جوڑا بالکل ایسا جج رہا تھا جیسے کالی کلکتہ والی وہی ہیں اور وہ بھی آئی تھیں تمہاری پیاری سہیلی یا سمین ماشار اللہ اب تو ان کا رنگ اور بھی

نکھر گیا ہے سفید گلاب کی پتی کے سے رنگ پر سنہری پن کی جھلک چشم
 بدو بہت پیاری تھی مگر ہلکے بادامی رنگ کا لباس پہن کر انہوں نے اپنی
 جلد کے رنگ کو پھیکا کر لیا تھا۔ میں نے اس وقت نگہت سے کہا بھی تھا کہ اگر یہ
 اس وقت نیلے یا سبز رنگ کے کپڑے پہنے ہوئے ہوتیں تو ان کی قدرتی
 خوبصورتی میں اور چار چاند لگ جاتے۔ دراصل ہماری بہنیں کبھی اس بات پر
 غور نہیں کرتیں کہ اپنے رنگ کی مناسبت سے کپڑے پہن کر کس طرح اپنی
 دلفریبی کو بڑھایا جاسکتا ہے۔ اس لاعلمی کی وجہ سے وہ بے جوڑ رنگ کے
 کپڑے پہن کر اپنے حسن کو غارت کر لیتی ہیں۔ نگہت نے مجھ سے وعدہ لیا تھا
 کہ آئندہ میں خط لکھوں تو اس میں یہ ضرور بتاؤں کہ کس رنگ کی صورت پر
 کس رنگ کا لباس موزوں ہوتا ہے چونکہ تمہیں سنگھار کی موزونیت اور
 لباس کی پھین سے خاص دلچسپی ہے۔ اس لئے یہ خط میں پہلے تمہیں بھی بھیج
 رہی ہوں۔ اسے پڑھ لینے اور اپنی طرح سمجھ لینے کے بعد نگہت کو بھیجوا دینا۔
 (۱) گوری رنگت جیسا کہ فرخندہ تمہارا رنگ ہے سفیدی مائل سنہرا
 رنگ ایسی جلد کو پھیکے رنگ اور بھی پھیکا کر دیتے ہیں۔ اس لئے گورے
 رنگ پر ہمیشہ ان رنگوں کے کپڑے پہننے چاہئیں۔ جو چہرے پر مسرخ کی
 جھلک پیدا کر سکیں۔ مثلاً سبز سبز کا ہی۔ گلابی۔ گہرا فیروزہ۔ نارنجی۔
 سنہری۔ نیلا۔ مسرخ۔ سرمئی۔ سیٹی۔ گہرا بھورا سیاہ۔ ارغوانی۔ عنابی۔ وغیرہ
 سفید رنگ بھی پہنا جاسکتا ہے۔

(۲) گلابی رنگت جیسا شمسہ کا رنگ ہے کہ لب اور رخسار پر مسرخ کی جھلک

پائی جاتی ہے۔ ایسی رنگت کے لئے گہرے اور درمیانی رنگ بہت موزوں ثابت ہوتے ہیں مثلاً سبز۔ سبز کا ہی۔ گلابی۔ فیروزی۔ نیلا۔ ہلکا سنہری۔ سرمئی۔ سیلیٹی سیاہ۔ سفید۔ سنتری۔ نارنجی۔ بھورا۔ ہینگی۔ جامنی وغیرہ

(۳) سالولی رنگت جیسا کہ تزیینت کا رنگ ہے۔ گہرا سالولا رنگ جس میں قدرتی ٹیکسٹی اور کشش ہوتی ہے۔ ایسی رنگت کے لئے ہلکے رنگ زیادہ مناسب ہیں۔ مثلاً پستی۔ بادامی۔ ہلکا فیروزی۔ پیازی۔ دودھیا سفید۔ کروی کیوڑی۔ کپاسی۔ سنہری۔ بکئی۔ صندوقی۔ شمرنی۔ سفید وغیرہ۔ گہرے رنگوں میں سیاہ سرخ اور گہرا نیلا وغیرہ۔

(۴) گندمی رنگت جیسا کہ جہاں آٹا کا رنگ ہے۔ زردی اور سرخی سے ملی جلی رنگت جس میں نارنجی اور بادامی رنگ کی جھلک ہوتی ہے۔ اس رنگت میں بھی ہلکے رنگ زیادہ کھلتے ہیں۔ مثلاً فالسائی۔ اناسی۔ آسمانی۔ گلابی۔ بادامی۔ زعفرانی۔ ارغوانی بیرونی۔ دھانی وغیرہ گہرے رنگوں میں سرخ سنہری سیاہ۔ نیلا۔ سبز اور عنبی وغیرہ وغیرہ۔

(۵) کالی رنگت جیسا کہ رشیدہ کا رنگ ہے اس میں گہرے رنگ استعمال کرنے کی سفارش نہیں کی جاسکتی۔ ہلکے رنگ ہمیشہ موزوں ثابت ہوتے ہیں مثلاً سفید۔ موتیا۔ تیزنی۔ بادامی۔ کیوڑی۔ صندوقی۔ کپاسی اور سنہری وغیرہ۔

فرخندہ قیمتی لباس اور بڑھیا کپڑوں سے ہی لفافہ اور خوشنمائی پیدا نہیں ہوتی۔ اس کا بہت کچھ دار و مدار بھین اور موزوں بن پر ہے جس نے جن صورتوں کے لئے جو رنگ مخصوص بنائے ہیں۔ اگر تم ان صورتوں

کی عورتوں کو وہ رنگ پہنا کر آزمائش کرو تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ
ان کے رنگ و روپ میں کس قدر زمین و آسمان کا فرق ہو جاتا ہے۔
مسلم یونیورسٹی
۱۹ اگست ۱۹۲۹ء
راحت آرا بیگم
علی گڑھ

(۲۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۳۷ء

سٹیشن روڈ لاکھ پور

آفتاب بہن!

اس سے پہلے کہ اور کچھ لکھوں تمہیں ایک عجیب داستان سناؤں
ہمارے پڑوس میں ایک عمر رسیدہ عورت فردوسی بیگم رہتی تھیں۔ ابھی کچھ
دن ہوئے ان کا انتقال ہو گیا۔ پرسوں ان کے دسویں کی فاتحہ تھی میں
صبح دس بجے فاتحہ میں شرکت کی تیاریاں کر رہی تھی۔ کپڑے وغیرہ
بدل چکی تھی۔ کرن سواری لینے گئی ہوئی تھی۔ بس اس کا انتظار تھا۔
اتنے میں میری ایک نئی سہیلی آنکلیں اور دور سے دیکھتے ہی مسکرا
کہ: بوچھنے لگیں۔ کیوں بہن! یہ آج کہاں کی تیاریاں ہیں۔ کس تقریب
کے لئے اتنا بنا سنو۔ اگیا ہے۔ اس روز صبح ہی سے میرا دل مرنے والی
کے غم میں بے حد ادا اس تھا۔ اس لئے اپنے ہیمان کو مسکراتا ہوا دیکھ کر
بھی ان کے ساتھ مسکرا نہ سکی۔ اس کے علاوہ میں جا رہی تھی۔ دسویں کی

ماتمی مجلس میں، انھیں غلط فہمی ہوئی، کہ شاید کسی کی شادی ہے۔ میں نے
 غم انگیز لہجہ میں انھیں حقیقت سے آگاہ کیا کہ پڑوس میں ایک عورت
 کا انتقال ہو گیا تھا۔ اُن کے دسویں میں جا رہی ہوں۔ اس پر انہوں نے حیرت
 اور تعجب سے مجھے اوپر سے نیچے تک اور نیچے سے اوپر تک ایسی عجیب
 لگا ہوں سے دیکھا کہ میں خود حیران رہ گئی کہ ماجرا کیا ہے۔ پھر انہوں نے حیرت
 آمیز لہجہ میں مجھ سے پوچھا کہ ماتمی مجلس کی شرکت میں جب تم اتنا بہترین
 لباس پہن کر جا رہی ہو تو شادی بیاہ کے لئے شاید سونے چاندی کے
 تاروں سے بنے ہوئے لباس کی ضرورت ہوتی ہوگی۔ میں شرم کے مارے
 پانی پانی ہو گئی۔ مجھے چپ اور شرمندہ دیکھ کر انہوں نے کہا ہم مسلمان
 عورتوں نے اپنی تہذیب کو قطعی بھلا دیا اور رسم و رواج کو بالکل بدل
 لیا۔ عقل و فہم کو تہ کر کے رکھ دیا۔ اور ہر تباہ کن نمائشی چیزوں کو اپنا بیاہ
 شادی بیاہ کا موقعہ یا دفن کفن کا حادثہ ہو۔ خوشی و مسرت کی محفل ہو یا رنج
 و غم کی مجلس ہو ہم اپنی شرکت کے لئے قیمتی سے قیمتی اور عمدہ سے عمدہ جوڑے
 بدلنا انتہائی ضروری سمجھتے ہیں۔ اب اس وقت تمہیں دیکھ کر کون کہہ سکتا ہے
 کہ تم فاتحہ میں جا رہی ہو۔ اور تم ہی پر کیا منحصر ہے وہاں ہر بہن دلہن ہی
 بن کر آئی ہوں گی۔

کیوں آفتاب بہن! اکھوں نے کس قدر دل لگتی باتیں کہیں واقعی ہم نے
 اپنے ہاں کی خوشی و مسرت رنج و غم کی محفلوں میں کسی قسم کا فرق باقی نہیں رہنے
 دیا۔ لیکن اس خلاف عقل رسم کو اب مٹا کر رہنا چاہیے۔ اس روز میں نے تو

اسی وقت وہ قیمتی جوڑا اتارا اور دھلا ہوا ایسا لباس پہن کر وہاں گئی، جو
روزمرہ گھریلو پہنتی ہوں۔
زرگس

(۲۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

گل رنگ بالوا

غریب مالن کی اندھی بیٹی ماہتاب کو مدرسہ میں داخل کر کے اور اس
کے خرچ کا بوجھ اپنے ذمہ لے کر تم نے بڑے ثواب کا کام کیا۔ اندھی ماہتاب
بظاہر اندھی ہو۔ مگر اس کے دل کی آنکھیں خدا کے نور سے منور ہیں۔ اب
الحمد کا سپارہ اس نے حفظ کر لیا ہے۔ شام کو چھٹی کے وقت وہ اپنے ننھے
ننھے ہاتھ اٹھا کر تمہارے لئے دعا کیا کرتی ہے۔ اس کے منے سے ہونٹوں
سے جو دعا نکلتی ہوگی وہ بے اثر رہ سکتی ہے؟

خدا اور رسول کا نام ہر وقت اس کی زبان پر ہے۔ اس لئے کون
کہتا ہے کہ وہ اندھی ہے۔ اندھے تو ہم سب ہیں کہ ہم سب کچھ دیکھتے
ہوئے بھی خدا کے قہر و غضب سے لاپرواہ ہیں اور اپنے انجام اور
عاقبت سے غافل ہیں۔

کلبشان

سری پور

۱۹۳۳ء اگست

ضلع ملہار شاہ

(۳۰)

انجان کا خط انجان کے نام

عزیز بہن! سلام مستنون!

پردہ یاغ میں عزیزی شبستاں بانو سے کبھی کبھی گفتگو کا موقع ملا۔
 اُن کی زبان کی شیرینی اور مزاج کی اتکساری نے میرے دل کو موہ لیا۔ اور
 مجھے ان کا شیدا بنا دیا ہے۔ میں آپ کو مبارک باد دیئے بغیر نہیں رہ سکتی،
 کہ آپ نے اپنی نختِ جگر کو اتنی اچھی تعلیم اور اتنی عمدہ تربیت دی کہ انھوں
 نے اپنی ہم عمر لڑکیوں میں ممتاز حیثیت حاصل کر لی۔ علمی بیاقت کے ساتھ
 ساتھ ان کی شائستگی نے میرے دل پر بڑا اثر کیا وہ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح
 عزیز ہیں اور میں صحیح معنوں میں انھیں اپنی بیٹی ہی بنانا چاہتی ہوں۔ چھوٹے
 منہ سے بڑی بات میں نے کہہ تو دی لیکن آپ کے لطف و کرم سے مجھے اُمید
 ہے کہ آپ مجھے اپنے گھر سے خالی نہ لوٹائیں گی۔ میرا لڑکا یر خور دار
 سعید احمد قانون پڑھ رہا ہے اور تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد وکالت
 کا ارادہ ہے۔ اپنے حسبِ نسب اور آمدنی کے متعلق میں خود کچھ کہنا
 مناسب نہیں سمجھتی۔ بہتر صورت یہ ہے کہ آپ کسی ذریعہ سے خود ان
 تمام باتوں کو معلوم کر لیں۔

جس یاغ کی کلی میں اتنی خوشبو ہے وہ گلزارِ خود کتنا معطر ہوگا۔ ظاہر ہے
 اس لئے آپ کے حسنِ اخلاق سے مجھے پوری اُمید ہے کہ آپ تمام حالات

کی چھان بین کرنے کے بعد میری درخواست کو قبولیت کا درجہ دیں گی

سلام شوق۔

تہذیب النساء

۱۳ اکتوبر ۱۹۳۶ء

سعيد منزل

پل بنگش دہلی

(۳۱)

انجان کا خط انجان کے نام

پیارے بہن صغیر فاطمہ۔ وعلیکم السلام!

عرصہ ہوا آپ کا محبت نامہ ملا تھا۔ جس میں آپ نے نور چشمی آفتاب بیگم کے لئے اپنے نور نگاہ شریف احمد کا پیغام بھیجا تھا۔ شادی بیاہ کے معاملات میں آپ جانتی ہیں پورے غور و فکر اور گہری چھان بین کے بغیر کوئی جواب نہیں دیا جاسکتا۔ اسی لئے جواب میں اتنی دیر ہوئی۔

ہمارے عزیزوں میں سے کچھ لوگ باہر ہیں اور عنقریب ان کے آنے کی امید ہے ان کے مشورہ کے بعد میں آپ کو قطعی جواب سے اطلاع

امتہ البصیر

بھاو پور

دوں گی۔

گلشن منزل

۱۳ اگست ۱۹۳۶ء

(۳۲)

انجان کا خط انجان کے نام

بہن راحت آرا!

تقریباً دو ہفتے گزرے محمدی بوا کی معرفت آپ نے میری نورنگاہ انصاف
باتو کے لئے اپنے لخت جگر محمد کامل سلمہ کا پیغام بھیجا تھا۔ آپ جانتی ہیں عمر بھر کے
بناہ کے معاملات پر پورے غور اور توجہ کی ضرورت ہوتی ہے اس لئے میں
اس وقت فوری طور پر کیا جواب دے سکتی تھی۔ اب البتہ اس کے باب
نے پوچھ کچھ کے بعد مطمئن ہو کر یہ معاملہ میری مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ آپ
کے اخلاق اور مروت کے حالات سن کر مجھے یقین ہے کہ آپ غزیری انصاف باتو
کو یقیناً اپنی ہی اولاد سمجھیں گی اور وہ آپ کے زیر سایہ آرام و چین سے زندگی
گزارے گی۔ خدا مبارک کرے اور ہم لوگوں کی آرزو میں سرسبز ہوں۔

خیر اندیش بہ شمس النصار

۶ جنوری ۱۹۳۳ء دھول پور

(۳۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

دل افروز!

تمہارا اشتیاق میرے دل میں اکثر چٹکیاں بیا کرتا ہے۔ مگر تمہیں کیا پڑی کہ قلم
بھی گھسواؤرتین پیسے بھی خرچ کرو اور پھر میرے لئے جو تمہاری کوئی بھی نہیں!

جو عورت یہ خط لارہی ہے اس کا نام چمکی ہے اس نے پانچ مہینے
میرے ہاں گزارے ہیں اور میں تجربہ کی بنا پر کہہ سکتی ہوں کہ یہ کھانے پکانے
سینے پر دینے اور گھر کے ہر کام دھندے میں ہوشیار اور ایماندار بھی ہے۔
تمہاری طرح اس کی سسرال بھی علیحدہ ہو چکا ہے۔ اور اب یہ وہیں تو کوری کرے گی۔ اگر
تمہارے ہاں یا تمہارے کسی عزیز کے ہاں خادمہ کی ضرورت ہو تو یہ ایک عمدہ
خدمت گار ثابت ہوگی۔ اچھا یہ قصہ تو ہوا اب بتاؤ خط بھیجے گی یا یونہی ترساؤ گی؟
لاکھوں سلام اور بے شمار پیار۔

دہلی یکم جنوری ۱۹۳۱ء
تمہاری سہیلی :- انتخاب بانو

(۳۴)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بہاراں، سراپا بہار رہو!

عجیب بات ہے۔ پرسوں تمہارا خط ایسے وقت ملا جب میں تمہارا
ہی ذکر کر رہی تھی۔ کئی ہفتے سے تمہارا کوئی خط نہیں آیا تھا۔ اور سنا تھا کہ خدانہ
کرے تمہاری طبیعت کچھ ناسانہ ہے۔ اس لئے بڑی تشویش تھی اب خیرت معلوم
ہوئی تو دل کی پھالنس نکلی۔ اور کلیجہ کا شعلہ بجھا۔ اتنے اتنے دن خط نہ لکھنے
میں تمہیں نہ معلوم کیا مزہ آتا ہے۔

میری ایک سہیلی گل رعنا علاج کے لئے دہلی آ رہی ہیں۔ نہر سعاد تنہاں کے
قریب رنگ محل میں ٹھہریں گی۔ بڑی دلچسپ اور خوش مزاج عورت ہیں میں نے

تمہارا ذکر کر دیا ہے وہ ضرور تم سے ملنے آئیں گی۔
 تم مجھے بہت یاد آتی ہو۔ نہ معلوم کب ملاقات ہوگی۔
 افتخار آباد۔ کاپنور
 میں ہوں تمہاری۔ انجم

(۳۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

میری غم نصیب بہن !
 دل کو تر پادینے والی یہ خبر مجھے کل رات کو ملی تھی کہ تمہارا اعلیٰ نہیں
 بلکتا ہوا چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلا گیا سنتے ہی دل پر ایک بجلی سی گری اور آنکھوں
 سے آنسوؤں کی لڑی بندھ گئی۔ ابھی تک سکتہ کا سا عالم ہے۔ ہوش و حواس کو
 کھودینے والے والے اس حادثہ پر خود تمہارا جو کچھ حال ہوگا اس کا اندازہ
 مشکل ہے کس طرح کہوں کہ صبر کرو۔ مگر میری عزیز بہن اس کے سوا اور چارہ ہی
 کیا ہے۔ خدا سے میری دعا ہے کہ تمہیں جلد اس کا اچھا بدل دے۔
 سراپا غم۔ انارکلی

(۳۶)

سمدھن کا خط سمدھن کے نام

میری عزیز بہن !
 عزیز بی دردانہ کی شادی کے بلا وے کا کارڈ ملا تھا بشکریہ ابا و جود مصروفیت

کے ارادہ تھا کہ ضرور شریک ہوں گی۔ لیکن تقدیر میں آپ سے شرمندہ ہونا ہی لکھا تھا وقت کے وقت طبیعت کچھ ایسی خراب ہوئی کہ چلنے پھرنے تک سے معذور ہو گئی۔ اب طبیعت ذرا سنبھلی تو آپ کو خط لکھا۔ اُمید ہے آپ میری عذر خواہی قبول کریں گی۔ میری دعا ہے دو لہا دو لہن پھلیں پھولیں۔ بطور تحفہ کتاب ”قیمتی جہیز“ علیحدہ پیکٹ کے ذریعہ بھیج رہی ہوں۔ یہ میری طرف سے دُہن دیدیجے گا۔ اس کے زرین اصولوں اور قیمتی مشوروں پر عمل کیا جائے تو ہر دہن اپنی سسرال کو اپنے لئے جنت بنا سکتی ہے۔ بر خوردار لطف الرحمن کے متعلق تو اُمید ہے کہ آپ اُکھیں آج کل میں ہی رخصت کر دیں گی۔ کیونکہ کاروبار سے زیادہ عرصہ تک ان کا الگ رہنا کچھ ٹھیک نہیں ہے۔ لیکن ہماری دُہن پیٹی کو جہاں تک ممکن ہو سکے پندرہ بیس روز میں ضرور بھیج دیجئے، ان بغیر میرا گھر سونا ہے۔

آپ کی خیر اندیش
رؤف النساء بیگم

(۳۷)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

گلبدن بانو یہ فرید آباد ہے اور ۱۳ دسمبر قسمت کے لکھے نے ہم لوگوں کو یہاں لا ڈالا۔ یہاں ہم کمرائے کے ایک چھوٹے سے مکان میں رہتے ہیں۔ تین چہیتے ہوئے تمہارے دو لہا بھائی سائیکل سے گر پڑے۔ ران کی ہڈی ٹوٹ

گئی۔ اور اسی کے ساتھ نوکری بھی گئی۔ دوسو روپے مہینے کی آمدنی ایک دم بند ہو جائے اور کوئی سہارا باقی نہ رہے تو جو حالت ہو سکتی ہے ظاہر ہے وقت اور قسمت نے دولت و حشمت سے ہمارا ناطہ تر واکر ہمیں آج جس حالت میں پہنچا دیا اسے سن کر فریاد نہ لکھا ہے کہ میرے آنسو نکلی آئے اور میرا دل ہل گیا۔ مگر تمہارے دو لہا بھائی بلا کے صابر و شاکر نہ کئے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹے لیکن ان کی خوش خلقی میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔ میں نے تو ان سے یہ سبق سیکھا ہے کہ انسان قناعت کرے اور سادہ زندگی بسر کرنے کی عادت ڈالے تو دنیا کی بہت سی ضروریات خود بخود ختم ہو جاتی ہیں۔ مرغن کھانے اور زرین لباس کے بغیر بھی زندگی گزاری جا سکتی ہے۔ بہت دن سے ہمیں خط لکھنے کو جی چاہ رہا تھا آج انھیں کچھ آرام معلوم ہوا تو میں نے دوات قلم سنبھالی ہتھابی کو میری مصیبت کی داستان معلوم ہو چکی ہے۔ مگر وہ شاید اب اتنی بڑی ہو گئی ہیں کہ ان کی ہمدردیاں میری چھوٹائی تک نہیں پہنچ سکتیں۔ اسی لئے تو انھوں نے ہمدردی کے دو لفظ تک نہ لکھے۔ یا شاید کسی سبب مجھ سے روٹھ گئیں۔ میں سوچتے سوچتے تھک گئی کہ کس طرح انھیں مناؤں تم ان ہی سے پوچھ کر ان کا طریقہ لکھو کہ کوئی خود ان سے روٹھا ہو تو وہ اُسے کس طرح منائیں گی۔

تمہاری اپنی سہیلی

عشرت بانو

(۳۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

بھول جانے والی گلِ رعنا پھلو پھو لو!
 تم مجھے خط نہیں بھیجتیں تمہاری خوشی نہ بھجو۔ میری خبر نہیں لیتیں تمہاری
 مرضی نہ لو۔ مگر میرے خیالوں میں تم بسی ہوئی ہو۔ میرے دل میں بھی سنتی رہتی
 ہو۔ اور تمہاری شیریں آواز میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہے۔ پھر بھی تم الکار کرو
 کہ تم میری نہیں ہو یا میں تمہاری نہیں ہوں۔ تو کون سنتا ہے۔ اچھا اب من بھی جاؤ۔
 مسکرا بھی دو۔ میری شکایتوں کی تلافی ہو جائے گی اور میری خفگی جاتی رہے گی۔ تم
 جیتیں میں ہاری۔ سچ تو یہ ہے رعنا میں تم سے ملنے اور مل کر بہت سی باتیں
 کرنے کو بیتاب ہوں آؤ اور ضرور آؤ۔ سادون شروع ہو رہا ہے۔ کئی برس
 پہلے اسی مہینے میں تو پہلے پہل ہم ملے تھے۔ برستے ہوئے موسم میں آؤ۔
 پانی رم جھم کر برسے گا۔ کونئیں کو کیس گی۔ پیہا گائے گا۔ اور ہم چککتا ہوئی
 شاخوں میں جھولا ڈال کر اپنے بہا پے کی سالگرہ کا جشن منائیں گے۔ کیوں آؤ گی؟
 آؤ گی نا؟ اچھی میری بہن ضرور آؤ۔
 تمہارے جواب کی منتظر بلکہ اس درگاہ خواجہ قطب صاحب
 سے بھی زیادہ منتظر۔

لیٹے

مہرولی، دہلی

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

آہ بہن!

آج کا روز محرم کی دسویں تاریخ کس قدر غم سے لبریز دن ہے
 شگل دل کو قبول نے آج ہی کے دن امام حسینؑ کو بھوکا پیاسا ذبح کر ڈالا تھا۔
 قوم اور مذہب پر جان دیتے والے فداکاروں پر آنسو نہیں بہائے
 جاتے فخر کیا جاتا ہے۔ امام شہید کا درجہ مذہب پر جان نثار کہیے والوں میں
 بہت اونچا ہے۔ رہتی دنیا تک ان کی شہادت پر فخر کیا جائے گا۔ کہ حق کی خاطر
 انہوں نے انتہائی دیری سے اپنا سر کٹوا دیا۔ مگر اس فخر کے ساتھ ساتھ میری
 آنکھیں بے طرح آنسو بہا رہی ہیں اور میرا دل بے اختیار رو رہا ہے۔ اس تلخ
 گھونٹ کو جس نے میرے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے ہیں کس طرح تسرت کا
 گھونٹ سمجھ لوں۔ جس روحانی تکلیف سے میری آنکھیں پر آب ہو ہو جائیں
 اور دل تڑپ تڑپ اٹھے۔ اس غمناک حادثہ کو میں خاموشی کے ساتھ کس طرح
 سہہ لوں۔ تین دن کے بھوکے پیاسے رسول کے نواسے کے حلق کو تیروں سے
 چھیدا گیا اور پانی کے بجائے خون سے ان کے حلق کو تر کیا گیا۔ آہ! امام
 مظلوم کے ہاتھ کو زخمی کیا گیا۔ آپ کے شانے پر تلواریں چلائی گئیں۔ آپ
 کو نیزے مار مار کر زمین پر گرایا گیا۔ تلوار کے ۴۴ گھاؤ اور نیزے کے ۳۳ زخم
 لگائے گئے۔ اس کے بعد شمر نے بہت بے دردی سے آپ کو ذبح کر ڈالا۔

اور نہایت بے رحمی سے سر کو تن سے جدا کر دیا۔ پھر جسم اطہر سے کپڑے تک اتار لئے گئے اور گھوڑوں سے جسم مبارک روند اگیا۔ سنگدل قاتلوں کے سینوں میں دل نہ تھے۔ پتھر تھے۔ تولاد تھا۔ آہ! ان کے دل ذرا نہ پیسے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جن لبوں پر اپنے لب رکھتے تھے اور بار بار جن کے بوسے لیا کرتے تھے۔ ان ہونٹوں پر چھڑیاں ماری گئیں حضرت فاطمہؓ کا چین کر دیا میں اس طرح لٹ جائے۔ امام حسینؓ ریگستان میں یوں خاک و خون میں آلودہ ہوں۔ جسم اقدس یوں ٹکڑے ٹکڑے کیا جائے۔ شافع محشر کے خاندان کو یوں مٹایا جائے اور میری آنکھوں سے آنسو نہ نکلیں یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کون ہے جو اس دل دہلانے والے واقعہ پر آنسو نہ بہائے گا۔ یہ وہ حادثہ ہے جس پر زمین و آسمان ہل گئے جن و ملک کا پی اٹھے۔ چاند سورج رو دیئے اور ستاروں نے آہ و بکا کی۔ میں بھی رو رہی ہوں تم بھی رو رہی ہو۔ درو دیوار رو رہے ہیں اور سارا عالم رو رہا ہے۔

سراپا غم۔ رونق اسلام

(۴۰)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

میری عزیز سہیلی تبسم آرا! شکریہ! آخر خدا خدا کر کے تمہارا کفر آج ٹوٹا تو سہی۔ صبح یہ خاکسار آپ کی یاد

دہانی کے لئے خط لکھنے کے واسطے بیٹھ چکی تھی اور شاید یہ پانچویں یاد دہانی تھی کہ آپ کا خط ۱۱ وہ معاف کیجئے گا۔ میں بھولی بڑے آدمیوں کا خط تو والا نامہ کہلاتا ہے۔ ہاں تو آپ کا والا نامہ ملا۔ سچ تو یہ ہے کہ اب بھی پوچھا تو مہربانی کی۔ عذر پیش کرنے سے تم نے سمجھا ہو گا کہ شاید میں تمہیں چھوڑ دوں گی۔ مگر میں تو تمہاری غم خواہی کے لئے نئے فقرے پہلے ہی سمجھے ہو چھے بیٹھی ہوں۔ مصروف تھی پریشان تھی بیمار تھی اور نہ جانے کیا کہا تھی۔ مگر یہ سب عذر دنگ ہیں جو بالکل نہ چل سکیں گے۔ یوں خوش مزاج ہو۔ خوش اخلاق ہو۔ نام بھی نیک ہے۔ لیکن عہد شکن ہو۔ تعلق فراموش ہو۔ تمہیں دوسروں کے ترپانے میں مزہ آتا ہے۔ دنوں خط سے ترساتی ہو۔ مگر اب کان کھول کر سن لو کہ آئندہ جواب بھیجئے میں دیر کی تو تمہاری خیریت نہ ہو گی۔ سنجیدہ اور ہمیدہ سلام کہتی ہیں۔ دعا کہنے والا کوئی نہیں ہے۔ اس لئے میں اپنی بہت سی اچھی اچھی دعائیں تمہارے لئے وقف کرتی ہوں۔

تمہیں اس قسم کی جو تم کو سب سے زیادہ عزیز ہو، کہ خط کا جواب فوراً بھیجنا۔ پتہ تمہیں معلوم ہے

ارمان بانو

۴ اگست ۱۹۵۶ء

بریلی

(۴۱)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

جمال جہاں! تمہارا محبت بھرا خط ملا۔ یہ یوں بھی آنکھوں کے لئے راحت اور دل

کے لئے سکون کا سامان ہوتا ہے۔ اور پھر اس مرتبہ تو خاص خوشخبری کا پیغام میر
بن کر آیا ہے۔ اس لئے مجھے کیوں نہ پیارا ہو۔ تمہارے گلشن میں بہار آئی۔ ایک
نیا پھول کھلا۔ خدا کرے عمر دراز پائے اور اس کی خوشبو سے ساری دنیا
مہک اٹھے۔ وہ تمہارے دل کا سہارا ہے۔ تو میری آنکھوں کا بھی تارا ہے۔
تم نے یہ نہ بتایا کہ بچے کا نام کیا رکھا۔ کوئی بہت ہی دلکش اور نہایت
خوبصورت نام رکھنا، جن ناموں میں کوئی دل کشتی نہیں ہوتی وہ مجھے ایک
آن نہیں بھاتے۔

پیارے جمال جہاں کو ہزار محبت بھرے سلام اور سچے کو پر شوق نگاہیں
میرے لائق کوئی کام۔ تمہاری شیریں تحریر کی منتظر
خدیجۃ الکبریٰ

(۲۲)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

میری پیاری دلپذیر بانو! میں اور تم سے خفا۔ بھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے۔ تم جیسی جان سے زیادہ عزیز
سہیلی کے خط کے جواب طبیعت کی بشارت اور پوری فرصت چاہتے ہیں۔ اور
کچھ دن سے یہ دونوں میسر نہ آ سکیں۔ اس لئے تمہارے الفت نامے بغیر جواب
رکھے رہ گئے۔ میں ان دنوں بہت زیادہ فکر مند رہی اور طبیعت بید خراب تھی۔
میں ایسی نالائق اور نامعقول تو کبھی نہ تھی اور نہ ہوں کہ تمہیں جواب بھیجنے میں

لیت و لعل برقی۔

تمہارے خطوں سے خفگی ٹکی پڑتی ہے۔ مگر اب میرے واقعات سن کر
تم نے بھی مجھے مجبور مان لیا ہو گا۔ یوں تو مان لیا یا نہیں۔ میری اچھی دلیزیر کچھ
خیال نہ کرو اور صاف کرو اور معاف نہ کرو تو پھر جو چاہو مترادو۔
ہن ارمان نے دہلی کی عمارات کے متعلق کچھ کتابیں منگوائی تھیں وہ
میں نے بھجوا دی تھیں۔ اس کے بعد سے جو وہ غائب ہیں تو آج کا دن ہے تمہاری
طرح وہ مجھ سے خفا تو نہیں ہو سکتیں۔ لیکن اس غاموشی کو آخر میں کیا
سمجھوں۔

پروین۔ دہلی

(۴۳)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

دل رس بانو بیگم!

آپ کہاں ہیں اور کس رنگ میں ہیں؟ کبھی ایک لفظ بھی نہیں لکھتیں، آپ
مجھے بھول گئی ہیں، تو پتہ بتلا دوں۔ آخر زمانی میرا نام ہے۔ دہلی میرا مقام ہے اور
اسی جہان آباد کے اس گوشہ میں رہتی ہوں جسے احاطہ کاے صاحب کہتے ہیں۔
اور زیادہ اتنے پتے کی ضرورت ہو تو پھر یاد دلانا پڑے گا کہ ابھی دو
ہفتے پہلے تک آپ کبھی کبھی خط بھیجا کرتی تھیں۔ مسکرا نے لگیں کیوں دلرس
بھلا یہ بھی کوئی ہنسنے کی بات ہے؟ تم بھول جاؤ تو میں بھی اپنا پتہ نہ بتاؤں

میں نے تمہاری لکھی ہوئی کتاب ”تاجدار دو عالم“ دیکھی تھی۔ اچھا بتاؤ کہاں دیکھی ہوگی۔ بازار سے حضور رسول مقبولؐ کے حالات کے متعلق کچھ کتابیں منگوائی تھیں۔ اسی میں وہ بھی تھی۔ بڑی چھپی رستم نکلیں۔ میں کیا جانتی تھی کہ تم اتنا اچھا لکھ سکتی ہو۔ کتاب ماشاء اللہ بہت اچھی ہے۔ خدا نظر بد سے بچائے۔ اگر قسم نہ کھائی ہو تو خیریت سے اطلاع دو۔

اختر زمانی

(۴۴)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

آرام دل تم بھی بڑی وہ ہو!

ثریا کے بیاہ میں تو خوب آئیں۔ خواہ مخواہ کے مجھے پھنسا دیا۔ تمہارا انتظار نہ ہوتا تو میں گھڑی دو گھڑی شرکت کر کے واپس آ جاتی۔ پورے دو دن رہی اور ہر لمحہ انتظار رہا۔ کہ حضور کی سواری شاید اب آتی ہو۔ یہ دو دن اس تکلیف میں گزارے کہ خدا کی پناہ۔ عورتوں کی مجلس خواہ غم کی ہو یا خوشی کی ایک اچھی خاصی چھوٹی سی قیامت کا نمونہ ہوتی ہے، جہاں نفسی نفسی کے غل میں کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی۔ عمر بھر میں عورتوں کی کوئی خاموش اور پرسکون مجلس میں نے دیکھی ہو۔ ایسا کبھی نہیں ہوا۔ انتہا یہ کہ مانی مجلسوں میں بھی جہاں رنج و الم کے سبب قبر کی سی خاموشی ہونی چاہیے کم از کم لکھیوں کی بھینٹا ہٹ جیسا مدہم شور ہوتا ضرور ہے۔ پھر وہ تو شادی کا گھر تھا۔ اس لیے نہیں

ایسا شور و غل مچا رہی تھیں جیسے وہ سب کی سب بینڈ باجے کی آواز کو ہرانے کی
قسم کھا کر آئی ہوں۔ اور میں تو کہتی ہوں واقعی وہ جیتیں۔ باہر تو ایک طرف اگر
اس وقت صور بھی پھونک دیا جاتا تو اس کی آواز بھی ان بہنوں کے طوفان
بدتمیزی میں دب کر رہ جاتی۔

لباس کے معاملے میں عجیب عجیب بے تکلفیشن دیکھنے میں آئے
کوئی ایک صاحبہ بھی ایسی تھیں جو اپنی خاص وضع پر قائم ہوں۔ کوئی اونچی ایڑی کا
جوتہ پہنتے ہوئے تھیں تو کوئی کوٹ ڈانٹے ہوئے تھیں۔ کسی بہن نے چوٹی
سے فارغ البال ہو کر مردانہ بال رکھے تھے۔ تو کوئی بے ضرورت آنکھوں پر
بڑا سا چشمہ لگائے ہوئے تھیں۔ اور جو ہنس فیشن کے تباہ کن سیلاب میں
پورے زور شور سے نہیں بھی ہیں انھوں نے بھی بھڑچال کو دیکھ کر اپنے
ہونٹوں کو گلابی رنگ سے رنگ ضرور لیا تھا۔ اور ناخنوں کو مسرخنی سے خوب
چمکائے ہوئے تھیں۔

جن بہنوں کے لباس میں اعتراض کی کم گنجائش تھی انھوں نے زیورات
کے استعمال میں دنیا بھر کی عورتوں سے دو قدم نہیں بلکہ شاید سو قدم آگے
رہنے کی قسم کھائی تھی۔ ان کے گلے میں سے کانوں میں سے اور ہاتھوں میں سے
تمام زیورات روا کر تولا جاتا تو ایک ہتھکڑی یا بٹری کے بوجھ سے ضرور بڑھ جاتا۔

تمیز کا یہ عالم تھا کہ فرش کی چاندنی جو پچھانے کے وقت یقیناً سفید برق
سی ہوگی قسم قسم اور رنگ برنگ کے داغ دھبوں سے لالہ زار بنی ہوئی تھی اور
گھر کی دیواریں جن کو ان محترم اور باتمیز بہمالوں کے سبب رنگ و روغن سے

آراستہ و پیراستہ کیا گیا تھا۔ پان کی پیکوں اور چکاریوں سے گلزار بنادی گئی تھیں۔
 جوتیاں چرانے کی واردات بھی ایسی مجلسوں میں اکثر ہو جایا کرتی ہے بعض
 بہنیں شاید پرانی اور بوسیدہ جوتیاں پہن کر ہی اس لئے آتی ہیں کہ نئی اور چمکدار
 جوتیوں کو پسند کرتے ہیں وہاں جتنی آسانی ہوتی ہے بازار سے خریدنے میں
 کہاں ہو سکتی ہے۔ چنانچہ رونق افروز ہو جانے کے بعد جب ان کی نگاہیں
 کوئی بالکل نئی اور بہت بڑھیا جوتی پسند فرمالتی ہیں تو وہ واپسی کے وقت
 بے جھجک اسے زیب پا کر لیتی ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے وہ ان ہی کی ہوا اور
 اگر کہیں اتفاق سے اصلی مالکہ کی نظر پڑھ بھی جائے تو وہ ایک ہلکی سی مسکراہٹ
 کے ساتھ چرائی ہوئی جوتی کو جلدی سے اتارتے ہوئے اپنی یادداشت کو دو
 چار کو سننے بھی دیں گی۔ تاکہ آپ ایمان لے آئیں کہ جو کچھ ہوا واقعی غلطی سے ہوا۔
 اسی لئے میں نے تعلین در بغلین پر عمل کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ مگر پھر خلافت
 آداب سمجھ کر جوتی فرش کے قریب چھوڑنی ہی پڑی۔ حالانکہ دل میں یہ خدشہ
 تھا کہ وہ غریب کہیں ہمیشہ کے لئے داغ جردانی نہ دے جائے۔ چند گھنٹے
 بعد پھر جو دیکھا تو واقعی وہاں نہ تھی۔ البتہ چلتے وقت اس کے بدلے میں
 ایک پرانی جوتی ملی جو شاید غدر سے پہلے کی ہے۔ سوچ رہی ہوں نہ یا کی شادی
 میں ملی ہوئی اس سوغات کو بذریعہ پارسل تمہارے پاس بھیج دوں۔

تم سے ناراض

سلیمہ بانو

(۴۵)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

کیوں بی سکندر سلطان!

دو مہینے سے کہاں غائب ہو؟ اتنے عرصہ سے جو تمہارا خط نہیں آیا تو میں نے جانتا کہ شاید اس قسم کا کوئی قانون جاری ہو گیا ہے کہ آگرہ کے رہنے والے دہلی کے خاک نشینوں کو کوئی خط نہ لکھیں۔ روزانہ اخبار پڑھتی ہوں ان میں بھی چھان مارا اور لوگوں سے دریافت بھی کیا۔ مگر یہاں اس قسم کے کسی قانون کا کوئی حال معلوم نہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو دہلی میں اعلان ہو جاتا کہ یہاں سے کوئی خط ہرگز نہ گزرتا آگرہ نہ بھیجا جائے۔

سمجھتی ہوں کتابوں میں غرق ہوگی اور کشیدہ کاری میں مست ہوگی۔ اس کے علاوہ اور بھی بہت سی الایلا مصروفیتیں ہو سکتی ہیں۔ مگر یہ ماننے پر بھی کہ تم بے طرح مصروف ہوئیں کہتی ہوں ایسی بھی کیا بے رخی۔

کچھ دن سے بیمار ہوں جی چاہتا ہے کہ تم جیسی پیاری سہیلی مزاج پرسی کو آتی مگر تم ایسی کڑ ہو کہ تمہیں میرے مرنے کی بھی خبر ملے تب بھی وہاں سے نہ ملے۔ اچھا میری مصروف بہن نہ آؤ مگر اپنی محبت بھری تحریر تو بھیجو۔

آرام جان

۱۲ اگست ۱۹۳۷ء

دریا گنج

دہلی

(۲۶)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

ستارہ!

اگر ناراض نہ ہو تو دعا، اور خفا ہو تو دست بستہ سلام. میں تو اس لئے تمہیں ناراض کیا کرتی ہوں کہ مجھے تم کو منانے میں مزہ آتا ہے. ورنہ حکم اور وہ بھی کس کا ستارہ جیسی عزیز سہیلی کا. انکار وہ بھی کس سے نشاط جیسی خادمہ سے یہ کبھی ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں اطمینان رکھو.

تم بلاؤ تو وہی میں ضرور آؤں گی. بغیر بلائے کس طرح آ جاؤں کہ اس طرح مجھے خدا کے ہاں جانا بھی منظور نہیں. تم سے کسی نے غلط کہا کہ میں لاہور آئی تھی اگر آتی تو یہ ممکن تھا؛ کہ تم سے ملتی تک نہیں.

کئی دن سے تمہاری یاد بے ساختہ تار ہی تھی. خدا خدا کر کے عرصہ کے بعد آج تمہارا شکایتوں سے لبریز خط فردوس نظر ہوا. نہ معلوم کیوں میرا دل چاہ رہا ہے کہ تم میرے پاس ہو تیں. شاید اس لئے کہ تم میری بات بات پر چڑواؤ میں بار بار تمہیں منادوں. نشاط آرا - سرگودھا.

(۲۷)

سمدھن کا خط سمدھن کے نام

برجیس ہیں! کچھ فکر خدا وکے آؤندہ سی بیٹھی تھی کہ آپ کے عنایت نامہ نے

اگر نوازا۔ نفاذ پر آپ کے ہاتھ کا لکھا ہوا پتہ دیکھ کر مسرت ہوئی کہ آپ نے بھی بھولے ہوؤں کو یاد کیا۔ اس سے زیادہ مسرت کی گھڑی اور کونسی ہوگی کہ آپ سرور دو عالم کے دربار میں حاضری کے لئے جا رہی ہیں۔ خوش نصیب ہیں انصاف یا نو کہ انھیں بھی یہ سعادت نصیب ہو رہی ہے۔ میں آپ لوگوں کو وداع کرنے آتی لیکن کچھ ایسی الجھنوں میں گرفتار ہوں کہ خواہش کے باوجود نہ آ سکی۔ انصاف بہن سے میرا سلام کہہ دیجئے گا۔ بچوں کو پیار کیجئے۔ دلہن بیٹی پوچھیں تو کہئے گا تمہیں کچھ نہیں لکھا۔ غضب خدا کا ڈیرہ نہیں میں انھوں نے ایک حرف تک نہ لکھا۔ انصاف بہن، سے پوچھئے گا تم حج کو چلیں میں نے تمہیں خدا کو سونپا تم مجھے کس کو سونپ چلیں۔

خوشید نسربین

دیوبند

(۴۸)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

عیش بانو!

وہی جان ہے وہی جہان ہے۔ وہی زمین ہے وہی آسمان ہے۔ وہی بھوپال ہے وہی دہلی ہے وہی تم عیش بانو وہی میں جاں نثار۔ فروری میں تمہارا محبت نامہ آنکھوں کا نور دل کا سرور بن کر آیا تھا۔ مارچ گزرا۔ اپریل گیا۔ مئی بھی ختم ہوا۔ آج جون کی اورتا ریخ ہے لیکن تمہارا خط نہ آنا تھا نہ آیا۔ فروری کے خط میں تم نے بھوپال آنے کا وعدہ کیا۔ پر نہیں آئیں۔ میں راہ

M. N. SHAMH March 1963 E. N. M. 2

ہی تکتی رہی۔ تم سے وفا کی اُمید کوئی کیا رکھے۔ مگر اب تمہیں یہ دین معہ
 سودا داکرنا ہوگا۔ اگلے ہفتے میں میری چھوٹی بہن کی شادی ہے۔ آتہ
 اور عشرت بھی شریک ہو رہی ہیں۔ تمہیں پہلے سے شرکت کرنی ہوگی۔ ورنہ
 پھر سمجھ لو میں بھی اپنے نام کی جاں نثار ہوں۔
 نکاح کی تاریخ ۸ جون مقرر ہے۔ ایک بار پھر سن لو تمہیں
 میرے ہاں آنا ہے۔

جاں نثار خانم

بھوپال

ناز منزل

۱۱ جون ۱۹۳۷ء

(۲۹)

سہیلی کا خط سہیلی کے نام

راج دُلا ری !

نہ القاب نہ آداب میں نے ایک دم تمہارا نام لکھ دیا۔ شاید تم بُرا
 مانو۔ لیکن بے حد پسے القاب اور کئی کئی سطروں کے آداب کے بعد حرفِ
 مدعا تک پہنچنا زمانہ قدیم کی اور عہد فراغت کی باتیں ہیں۔ آج کل کی
 مصروفِ زندگی میں یہ کہاں ممکن؟
 تمہاری ہمان نوازی کا لطف اٹھانے کے بعد میں جو یہاں پہنچی تو کچھ ایسے

جھگڑوں میں پھنس گئی کہ فوراً ہی خط نہ لکھ سکی۔ وہاں تم اور تمہارے گھر کی سب عورتیں میرے ساتھ جس قدر محبت سے پیش آئیں اور جس قدر گرجو شنی سے میری میزبانی کی گئی اس کا مجھ پر بڑا اثر ہے اور میں بہت ممنون ہوں اور وہ جو تمہاری چھوٹی بھابی ہیں نادردانہ دلہن انہوں نے تو اپنی شیریں بیانی اور اخلاق و عادات سے سچ جج مجھ کو موہ لیا۔ نئی دلہن ہونے پر بھی اکھنوں نے ایسی خدمت گزاری کی کہ انتہا کر دی۔ مگر میں نے دیکھا تمہارے ہاں ان کی مٹی پلید ہے تم سب کو ان کی خاک محبت نہیں۔ اٹھتے جوتی بیٹھتے لات ہے بد قسمتی سے سسرال کا یہ برتاؤ ہر دلہن کے ساتھ عام ہے۔ ناگوار باتیں سنانی اور طنز آمیز ٹپکیاں لینی سب فرض اولین سمجھتے ہیں۔ دلہن کے ماں باپ بھائی بہن اور اس کے میکے کے ہر آدمی اور ہر چیز میں عیب نکالے جاتے ہیں! وہ نقص بتائے جاتے ہیں۔ اگر کوہن منہ پھوڑ کر جواب دے دے تو فوراً ہی اسے بے شرم اور منہ پھٹ کے خطابات سے نوازا جاتا ہے۔ لیکن دلاری بہن خود سوچو کہ ضبط کرنے اور جواب نہ دینے پر بھی کیا سسرال کی طرف سے قدرتی طور پر دلہن کا دل میلانہ ہوتا ہوگا۔ سمجھدار اور تعلیم یافتہ ہونے کے باوجود تعجب ہے تم نے اس چھیڑ چھاڑ کو نہ روکا۔ بلکہ بعض اوقات خود بھی اس ظلم و ستم میں شریک ہو جاتی ہو۔ اس طور طریق کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دلہن اگر چند دنوں میں ہی اس گھر سے مانوس ہوتیں تو اب انس پیدا ہونے میں برسوں لگیں گے اور یہی بہت سی تلخیاں عمر بھر یاد رہیں گی۔

چھوٹوں کی طرف سے بڑوں کے نام

(۱)

بھانجی کا خط خالہ کے نام

مکرمہ خالہ صاحبہ!

مودبانہ سلام قبول فرمایئے!

آپ کا گرامی نامہ ملا۔ آپ کی بیماری کی خبر سن یہاں سب کو تشویش ہوئی
اماں جی کہتی ہیں کہ اگر ابھی تک خدانہ کرے آپ کی طبیعت اسی طرح ہے تو
دو چار روز کے لئے وہ آپ کے پاس ہو جائیں۔ آپ کا جواب آنے پر وہ
سوار ہو جائیں گی۔

بڑی آپا سلام کہتی ہیں ان کا خیال تو یہ ہے کہ طبیعت کچھ سنبھل گئی
ہو تو مہینہ پس دن کے لئے آپ یہاں تشریف لے آئیں۔ اس طرح ہمیں بھی
آپ کی خدمت کا موقع مل جائے گا۔ میری دعا ہے کہ خدا آپ کو جلد تندرست
کر دے اور آپ کی ملاقات سے شاد کام کرے۔ اپنی صحت کی خوشخبری سے
جلد مطلع کیجئے۔ تاکہ ہم سب کو اطمینان ہو۔ والسلام۔

نور جہاں

شیش محل

۱۳ دسمبر ۱۹۴۷ء

دہلی

(۲)

بھانجی کا خط ممائی کے نام

کہکشاں منزل - جمشید پور

میری اچھی ممائی!

آپ کا شفقت نامہ ملا۔ آپ کی روتہ روتہ بڑستی ہوئی عنایتوں میں کس طرح شکریہ ادا کروں۔ سخاوت میں آپ نے حاتم کی یاد تازہ کر دی۔ اس کو کڑا تے جاڑے میں آپ غریبوں کو تقسیم کرنے کے لئے لحاف نہ بھجیتیں تو نہ معلوم ان بیکیوں کا کیا حال بنتا۔

برتاؤ میں آپ شاخ گل ہیں جو بوجھ سے جھکی پڑتی ہے مدرسہ نسواں کی منتظرہ جو اس زمانہ مدرسہ کے واسطے امداد حاصل کرنے جتید پوری تھیں آپ کی ہمان نوازی اور غربا پروری کی بہت تعریف کرتی تھیں کہ اتنا اونچا درجہ پائے کے باوجود آپ غریبوں سے بہت جھک کر ملتی ہیں۔

آپ کی اس عمدہ روش سے میں نے سبق حاصل کیا ہے۔ انشاء اللہ میں اپنی زندگی میں ہمیشہ غریبوں کی امداد کروں گی اور ان کے ساتھ اخلاق سے پیش آؤں گی یہی وہ چیزیں ہیں جن کے سبب آپ ان غریبوں کے دلوں پر بادشاہت کر رہی ہیں اور وہ اپنی دعاؤں میں ہمیشہ آپ کو سامنے رکھتے ہیں۔ قبلہ ماموں صاحب سے میرا مودبانہ سلام کہہ دیجئے۔ والسلام۔

بلقیس جمال جنوری ۱۹۴۷ء

(۳)

بھتیجی کا خط بچی کے نام

ساہی بازاری جمشید پور

۱۹ ستمبر ۱۹۳۸ء

قابلِ تعظیم بچی صاحبہ آداب!

غایتِ نامہ آیا۔ سر پر رکھا آنکھوں سے لگایا اور بہت بہت
خدا کا شکر ادا کیا کہ بھولی ہوئی عباسی کو ملت کے بعد آپ نے یاد کیا۔

نزدہت بہن کی شادی ہزاروں مسرتوں کے ساتھ آپ کو مبارک ہو اور
ان کی اولاد دیکھنی اور اسی طرح ان کی شادی کرنی نصیب ہو۔ میں ضرور آتی
شرکت کا اس سے زیادہ ضروری موقعہ اور کون سا آئے گا لیکن افسوس یہ ہے
کہ آپ کے بھتیجے داماد کو آج کل رخصت نہیں مل سکتی ورنہ وہ مجھے ضرور
پہنچا آتے۔ خود اکیلی اس لئے نہیں آ سکتی کہ بہت دیر کا معاملہ ہے۔ اور
کئی کئی بچوں کا ساتھ ہے۔ آپ کے بھتیجے داماد اس مسرت کے موقعہ پر
آپ کو مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ میں بھی والسلام۔

آپ کی کفش بردار

عباسی بانو

(۴)

شاگرد کا خط استانی کے نام

محترمہ محترمہ !

آپ کا کرم نامہ ملا۔ اپنے کو کیوں نہ خوش بخت جانوں کہ آپ کبھی کبھی یاد کرتی ہیں اور اپنے عنایت ناموں سے سرفراز فرماتی ہیں۔

حضرت خاتون جنت کے حالات زندگی پر میں نے بیشک ایک چھوٹی سی کتاب لکھی ہے جو بفضلہ تعالیٰ بہت خوبصورت تھپی۔ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ اس کی جلد آپ کو نہ بھیجی جاتی۔ چھاپے خانے سے کتابیں آتے ہی سب سے پہلے میں نے ایک جلد اپنی جان سے پیاری استانی کے نام بھیجی تھی جس کے لطف و کرم سے میں آج اس قابل ہوں کہ دو حرف لکھ سکوں۔ ڈاکے ڈاکو ہو گئے ہیں اگر وہ خوبصورت کتاب ڈاک میں تلف ہو گئی ہو تو کچھ تعجب نہیں مجھے مجرم نہ ٹھہرایے۔ بلکہ اسے میری نارسائی تقدیر کی تاثیر سمجھئے اب پھر ایک جلد بھیج رہی ہوں اور بروقت روانگی بہت کھنگلی سے کر رہی ہوں۔ یا الہی یہ کتاب تیرے حفظ و اماں میں مقام مقصود تک پہنچ جائے۔ اور میری شفیق استانی میری اس دینی خدمت کو پسند کر کے دعائے سلامتی ایمان دیں۔

گوہر سلطان

بھوپال

گلشن منزل

۱۳ ذی الحجہ ۱۳۵۵ھ

(۵)

بیٹی کا خط ماں کے نام

اماں جان!

میں بخریت شاہجہاں پور پہنچی۔ بھابھی جان کی طبیعت اب پہلے سے اچھی ہے۔ انہوں نے مجھے بڑی اچھی اچھی کتا پس پڑھنے کے لئے دی ہیں ان میں سے ایک کتاب میں نامور عورتوں کی زندگی کے حالات ہیں تو بڑھ کر تنگ رہ گئی کہ پچھلے زمانہ میں کیسی کیسی جاننا اور دلیر عورتیں گزری ہیں۔ آپ کی معلومات کے لئے میں ان بہادر عورتوں میں سے چند کا حال لکھتی ہوں۔

خانہ زاد بیگم شہنشاہ بابر کی ہیں تھیں۔ عقل فراست میں ان کا جواب نہیں تھا۔ سمرقند کے بادشاہ سیدبانی خاں کے پرزور حملوں کو خانہ زاد بیگم نے عرصہ تک بڑی عقلمندی سے روکا۔

جانی بیگم شہنشاہ اورنگ زیب کے لڑکے شہزادہ محمد اعظم کی بیگم تھیں۔ بیجا پور فتح کرنے کے سلسلے میں جب لڑائی نے خطرناک صورت اختیار کر لی تو جانی بیگم نے ہاتھی پر سوار ہو کر اور کچھ سواروں کو ہمراہ لے کر دشمن پر اچانک حملہ کر دیا۔ اور تیروں کا سینھ برباد کیا۔ ان کا نشانہ لا جواب تھا۔ دشمن کے بڑے بڑے افسر نشانہ بن کر رہ گئے۔ پھر ایک رات کو انھوں نے دو ہزار فوج ہمراہ لے کر سوتے ہوئے دشمن پر ہلہ بول دیا۔ اور رات بھر لڑتی رہیں۔ بیجا پور کی وہ لڑائی محض اس دلیر خاتون کے سبب سے ہی جیتی گئی۔

امتہ الحبیب شہنشاہ اورنگ زیب کے دوسرے لڑکے شہزادہ محمد معظم کی بیگم تھیں۔ دنیا کے جانتا زجر نیلوں میں ان کا شمار ہے۔ جب ان کے شوہر اور ان کے دیور محمد اعظم کے درمیان کشیدگی بڑھی تو وہ بہادر خاتون شہر شریف میدان میں آئیں۔ سارا جسم لوہے میں غرق تھا۔ زرہ بکتر پہتے ہوئے تھیں۔ فولادی ٹوپی سر پر تھی۔ دونوں پہلوؤں میں دو تلواریں لٹکی ہوئی تھیں۔ اور ترکش میں زیر کبھے ہوئے تیر بھرے ہوئے تھے۔ بڑی گھسان کی لڑائی ہوئی۔ امتہ الحبیب ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتی تھیں۔ کبھی مورچوں کا معائنہ کرتی تھیں کبھی سرداروں کو احکامات دیتی تھیں۔ کبھی نقشہ جنگ پر غور کرتی تھیں اور کبھی شیر غراں کی طرح دشمنوں پر ٹوٹ پڑتی تھیں۔ بالآخر یہ دلیر اور شجاع بیگم لڑائی جیت کے رہیں۔ اس کے علاوہ بھی اکھنوں نے بہت سی لڑائیاں جیتیں جو تاریخ میں یادگار ہیں۔

آزدم بیگم سیادت خاں ایک نامی امیر کی لڑکی تھیں۔ ایں بھی تیر اندازی میں کمال حاصل تھا شہنشاہ اورنگ زیب اور دارا شکوہ کے درمیان جیب خوفناک جنگ برپا ہوئی تو اس نے دارا شکوہ کی طرف سے لڑائی میں پر جوش حصہ لیا۔ اور شہنشاہ اورنگ زیب کی فوجوں پر تیروں کا مینہ برسا دیا۔ شہنشاہ کو جب اپنی اس مخالف خاتون کی دیری کا حال معلوم ہوا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ آغا بیگی امیر تیمور کی پوتی تھی زرہ بکتر اور لوہے کا خود پہن کر میدان میں آتی تھیں۔ اور پورے جوش و خروش کے ساتھ لڑتی تھیں۔ ایک مرتبہ دشمنوں نے انھیں چالاکی سے گرفتار کرنا چاہا لیکن آغا بیگی بے حد دشمندار و عاقل خاتون

تھیں ان کی چالاکی بھانپ گئیں اور میدان میں جی توڑ کر لڑیں۔ دشمنوں کو جو خود بھی بہا دے تھے بھاگتے ہی بنی۔ لیکن اس دلیر خاتون نے نہایت ہوشمندی سے سب کو گم قنار کر لیا۔ اور ان کے سرکاٹ کر بادشاہ کے حضور میں بھیج دیئے۔ بادشاہ نے اپنے ایک خاص فرمان میں ان کی شجاعت کی سجد تعریف کی۔ حمیدہ بانو بیگم تیرہ برس کی عمر میں مسلمان ہوئیں۔ لیاقت و ذہانت میں ان کا جواب نہ تھا۔ تیر اندازی میں ماہر اور شمشیر زنی میں کمال رکھتی تھیں۔ سلطان بایزید کی فوج میں انھیں لفٹنٹ کا عہدہ ملا ہوا تھا۔ یورپ کے میدان میں اسلام کے دشمنوں کو نیچا دکھاتے میں اس دلیر خاتون نے بڑا حصہ لیا۔ لیکن سلطان تیمور نے جب بایزید کی ستر ہزار ترک فوج کو دھوکے سے سرنگ لگا کر اڑا دیا تو بہت سے ہمراہیوں کے ساتھ حمیدہ بانو بیگم بھی تیموریوں کے ہاتھوں گم قنار ہو گئیں۔ تیمور نے تمام قیدیوں کو قتل عام کا حکم دیدیا۔ لیکن حمیدہ بانو نے سردار ایسی پر جوش تقریر کی اور تیمور کی سنگدلی اور بے رحمی کا ایسا نقشہ پیش کیا کہ تیمور شرمندہ ہو کر رہ گیا اور سب قیدیوں کی جان بخش دی۔ اس شجاع خاتون کی اس تلخ اور سخت لیکن سچی اور کھری تقریر نے سلطان تیمور کے دل پر بڑا اثر کیا۔ چنانچہ اس نے حمیدہ بانو بیگم سے شادی کر لی اور پھر میں ملک چین اس کے نام کر دیا۔

رضیہ سلطانہ پہلی مسلمان ملکہ ہیں جنھوں نے تخت دہلی پر بیٹھ کر سارے ہندوستان پر بڑی شان و شوکت سے حکومت کی۔ ان کے بھائی نے جوانی سے پہلے حکومت کر چکا تھا شریعت کا احترام اٹھا دیا تھا۔ رضیہ سلطانہ نے شرعی

احکام کو دوبارہ رائج کیا۔ وہ انتہا درجہ سرگرم اور مستعد ملکہ تھیں۔ لاہور اور ملتان کے گورنروں نے جیب بغاوت کی تو شیردل سلطانہ ایک زبردست لشکر لے کر خود میدان میں آئیں۔ اور اس قدر شجاعت اور جاں بازی سے لڑیں کہ دشمنوں کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ باہمت اور حوصلہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بہت بااخلاق اور خدا ترس خاتون تھیں۔

چاند بی بی نظام الملک والی دکن کی بیٹی تھیں۔ باپ کے بعد وہی تخت و تاج کی وارث ہوئیں انھیں جاں بازی اور سرتروشی میں بڑی شہرت حاصل ہے شہنشاہ اکبر کی فوجوں کو اس دیر خاتون کے ہاتھوں بہت دفعہ منہ کی کھاتی پڑی۔ دکن کی تاریخ اس ملکہ کی شجاعت کے کارناموں سے بھرپور ہے۔ نور جہاں شہنشاہ جہانگیر کی ملکہ تھیں۔ تیرا انداز میں انھیں بڑی شہرت حاصل ہے۔ شیر کے شکار سے بھی انھیں بڑی دلچسپی تھی۔ ایک مرتبہ سردار جہاں خاں نے دھوکہ سے شہنشاہ جہانگیر کو نظر بند کر دیا تو ملکہ نور جہاں نے انھیں آزاد کرانیکے لئے جہاں خاں پر حملہ کر دیا اور بہت بہادری سے لڑیں۔ ان بیگمات کے علاوہ اور بھی بہت سی بہادراور جاں باز عورتیں ہیں جن کے حالات سے تاریخ کی کتابیں بھری پڑی ہیں مگر امان آج کل کی عورتیں تو جنگ کا نام سنتے ہی خوف سے لرز جاتی ہیں۔ معلوم نہیں ان کی یہ ہزدلی کب ختم ہوگی۔

ناچیر کنیز
قدسیہ بانو

۱۲ نومبر ۱۹۳۷ء
شاہجہاں پور

متفرق خطوط

(۱۱)

درسہ میں رخصت کی عرضی

محترمہ جناب استانی صاحبہ آداب!

میں کل شام سے بخار میں مبتلا ہوں۔ اس لئے عرض ہے کہ
مہربانی فرما کر دو روز کی رخصت عنایت کی جائے۔ والسلام

خادمہ

دُشہوار

جماعت سوم

(۲)

مریضہ کے حال سے ڈاکٹر کو اطلاع

جناب ڈاکٹر صاحب!

گلاب (خادمہ) کے ہمراہ نورپشٹی آصفہ بانو کو بھیج رہی ہوں۔ اسے کل رات سے شدید بخار ہے اور کھانسی کی شکایت ہے۔ مناسب نسخہ تجویز کر کے دوا دیدیجئے۔

والدہ آصفہ بانو

(۳)

محفل میلاد میں شرکت کی دعوت

میری عزیز بہن!

۵ رمضان ہفتہ کی دوپہر کو ۲ بجے میرے مکان میں میلاد کی تہانہ محفل منعقد ہوگی۔ محترمہ سیدہ اختر زما نی بیگم صاحبہ کو میلاد شریف پڑھنے کی دعوت دی گئی ہے۔ آپ سے استدعا ہے کہ شرکت فرما کر مجھے ممنون کیجئے۔

خیر اندیش

کنیز فاطمہ

چوڑی والان

نگلی حکیم جی والی

(۶)

(۴)

زنانہ جلسہ کی صدارت کی درخواست

محترمہ عصمت بانو صاحبہ!

موجودہ تباہ کن رسم و رواج کی روک تھام پر غور و بحث کرنے کے اگلے ہفتہ ایک زنانہ جلسہ محترمہ نیلوفر بیگم صاحبہ کے دولت خانے پر ہونا قرار پایا ہے۔ اس جلسہ کی صدارت کے لئے آپ کا نام نامی تجویز کیا گیا ہے براہ کرم اپنی منظوری سے مطلع فرمائیے۔ اور یہ بھی تحریر کیجئے کہ آئندہ ہفتہ کی کس تاریخ میں آپ کو سہولت ہوگی۔ اور کونسا وقت آپ کے خیال میں مناسب ہوگا۔ تاکہ جلسہ کا اعلان کر دیا جائے۔

نیاز مند
گلچین بیگم
آگرہ

راحت منزل
۱۳ دسمبر ۱۹۳۲ء

روزہ کشائی کی دعوت میں شرکت سے معذوری

بہن دل آرام بانو

راحت جان اقبال بانو ۷ رمضان کو پہلا روزہ رکھیں گی۔ اس مسرت آمیز تقریب پر میں آپ کو دلی مبارک باد دیتی ہوں۔ میں ضرور شریک ہوتی۔ لیکن چونکہ ۵ رمضان کو میرے شوہر کی رخصت ختم ہو رہی ہے۔ اس لئے ہم لوگ ۴ رمضان کو واپس جا رہے ہیں۔ امید ہے کہ میری مجبوری مد نظر رکھ کر آپ میری عذر خواہی کو قبول کریں گی۔ آخر میں میں پھر ایک مرتبہ آپ کو اس سعید تقریب پر مبارک باد پیش کرتی ہوں۔

نیاز والسلام

عذر خواہ

دلبرہاتون

خوجہ

۲ رمضان

(۶)

دعوت کی منظوری کا رقعہ

گلزارِ بانو!

آپ نے اپنی پیاری سہیلی ساجدہ بیگم کو وطن واپس آنے کی خوشی میں جو چلے کی دعوت دی ہے اس میں میری شرکت کو بھی آپ نے اتنا ضروری سمجھا کہ تاکیداً بلا بھیجا ہے۔ اس کے لئے میں شکر گزار ہوں۔ اور انشاء اللہ وقت مقررہ پر ضرور حاضر ہوں گی۔

آپ کی سہیلی
دل نواز بانو

محمد علی پارک
الہ آباد

(۷)

زنانہ نمائش میں ہمراہ چلنے کی درخواست

گل اندام !

بڑی ضدی ہو۔ ہم سب لاکھ سر پٹھا کئے۔ مگر تم کو زنانہ باغ
میں نہ آنا تھا نہ آئیں۔ اب پرسوں سے زنانہ نمائش شروع ہو رہی
ہے۔ میں نے اماں جان سے پہلے ہی روز جانے کی اجازت لے لی ہے۔
تم پرسوں ٹھیک یمن بجے میرے ہاں آ جانا۔
اور اگر نہ آئیں تو پھر یاد رکھنا میں بھی روٹھ جاؤں گی۔ اور
پھر ہرگز نہ منوں گی :-

دلدار بانو

۶ جولائی ۱۹۳۳ء

(۸)

محفل میلاد کا ایلاد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نور نبی ہے جلوہ گرصل علی محمدؐ

پھیلی ہے چار سوزیاصل علی محمدؐ

محترمہ!

بتاریخ ۷ رجب المرجب ۱۴۳۸ھ بعد نماز عشاء میرے غریب خانے

میں محفل میلاد صومرور کائنات رسول مقبول محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم منعقد ہوگی۔

التماس ہے کہ شرکت فرما کر ثواب حاصل کیجئے۔ اور مجھے شکر گزار

بنائیے۔

خیر اندیش

فاطمہ اختر

اختر منزل

نوشہرہ

(۹)

روزہ کشانی کی دعوت

مخدومہ!

بیتقریب روزہ کشانی راحت جان شادمانی یا تو خدمت عالی
میں استدعا ہے کہ بتاریخ ۵ اررمضان المبارک بروز پیر میرے غریب
خانہ پر روزہ افطار فرمائیے اور بعد نماز مغرب کھانا نوش جان کر کے
مجھے ممنون کیجئے۔

حقیقہ
نورالابصار بیگم

سڑک بازار
کرناٹ

(۱۰)

نیاز شریف کا بلاوا

نیاز شریف

حضرت محبوب بھائی قطب ربانی غوث صمدانی حضرت مخدوم الدین
شیخ عبد القادر جیلانی

قدس سرہ

جو ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۲ھ کی صبح کو میرے غریب خانہ پر ہوگی۔

آپ کی شرکت اور تناول طعام کی

شیریں بیگم چاہ شیریں

تصانی

(۱۱)

لڑکی کے نکاح کی دعوت

مُکَرَّمَةُ!

خدا کا شکر ہے کہ ۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ بدھ کے دن عصر و
مغرب کے درمیان میری نخت جگر روحہ بیگم کے نکاح کی رسم ادا کی جائیگی۔
میری استدعا ہے کہ مقررہ تاریخ پر براہِ ہر و محبت مجلس عقد میں شرکت
فرما کر مجھے شکر گزاری کا موقع دیں۔

اللہ اَعْلَمُ

زیب انار بیگم صدر بازار میرٹھ

(۱۲)

تسمیہ خوانی کا بلا وا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پیارے بہن !

یہ خوش خبری آپ کے لئے با عیب مسرت ہوگی کہ بد خور دار علی رضا کی تقریب تسمیہ خوانی ۲۰ شوال المکرم ۱۳۴۲ھ کو ظہر اور عصر کے درمیان ادا کی جائے گی۔

میری التجا ہے کہ اس تقریب سعید میں شرکت فرمائیے اور دوپہر کا کھانا غریب خاتہ پر ہی کھائیے۔

نیاز مند
بلقیس جمال

آصف گنج
حیدر آباد دکن

(۱۳)

ختم قرآن شریف کا بُلا وا

اللہ جل شانہ کا لاکھ لاکھ شکر و احسان اور رسول پاکؐ پر ہزار درود و سلام کہ آج مجھے یہ مبارک ساعت نصیب ہوئی کہ بہنوں کو اپنے نور نگاہ حافظ اختر سعید سلمہ کے حافظ قرآن ہونے اور پہلی محراب سناتے کا روح افزا مژدہ سناؤں۔ آپ سے التماس ہے کہ ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ جمعرات کے دن غریب خانہ پر روزہ افطار کریں۔ کھانا تناول کریں۔ اور تقریب ختم قرآن شریف میں شرکت فرما کر شکر گزاری کا موقع دیں۔

آپ کی بہن
شمشاد بانو

نسیم منزل
دہلی

(۱۴)

زناتہ مدرسہ کے افتتاح کی تقریب

جنابہ!

یہ سن کر آپ کو مسرت ہوگی کہ اسلامیہ زناتہ مدرسہ کی ایک شاخ بڑی حویلی واقع رنگ محل میں کھولی جا رہی ہے۔ افتتاح کی رسم بتاریخ ۱۶ شوال المکرم ۱۳۱۷ھ صبح سات بجے ادا کی جائے گی۔ رسم افتتاح کی ادائیگی کے لئے محمد و مہربانی امالہ والدہ صاحبہ مولانا محمد علی شوکت علی سے استدعا کی گئی ہے اور پوری اُمید ہے کہ وہ ضرور تشریف لائیں گی۔ اس مبارک تقریب میں آپ کی شرکت ضروری ہے۔ تعلیم سے آپ کو چونکہ دلچسپی ہے، اس لئے مجھے اُمید ہے کہ آپ ضرور قدم رنجہ فرما کر جلسہ کو رونق بخشیں گی۔

آپ کی نیاز مند

انیس خاتون منتظمہ اسلامیہ زناتہ سکول

(۱۵)

شادی کے کارڈ کا مضمون

مُکَرَّمَةُ!

خدا کے فضل سے پر خوردار شمشاد احمد کی تقریب نکاح کی تاریخ ۱۲ جنوری قرار پائی ہے۔ اُمید ہے کہ آپ براہ کرم صبح ۸ بجے غریب خانہ پر تشریف لاکر برات کے ہمراہ کاشانہ عروس تک چلتے کی تکلیف گوارا فرمائیں گی۔ اس کے علاوہ یہ بھی التماس ہے کہ ۱۳ جنوری کو دن کے ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک جس وقت بھی آپ کو سہولت ہو میرے مکان پر طعام تناول فرما کر مجھے منت پذیر بنائیں۔

الحکمة

احترام النساء بیگم نیام پٹی حیدر آباد

(۱۶)

شادی کا بلاوا

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُحَدِّثُکَ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ ط

تم قریب شادی کتنی بر خوردار عنایت الرحمن طول عمرہ

بنائیے خجائے ذیل غریب خانہ پر قدم رنجہ فرما کر عقد مسنونہ میں ہم نشینی

کی عزت اور نہربانی کی مسرت کا فخر عطا کریں۔

تاریخ ماہ و ستہ	وقت	تقریب	کیفیت
۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ	صبح	شرکت بارات و نکاح	از غریب خانہ
یوم جمعرات	دس بجے	و دعوت طعام	تا بنخانہ عروس
۱۱ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ	صبح		غریب خانہ
یوم جمعہ	دس بجے	ولیمہ مسنونہ	خاکسار

مراپا انتظار
انتظار بیگم صدر منزل الہ آباد

(۱۷)

شادی کے کارڈ کا ایک اور نمونہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بیتقریب عقدہ بر خوردار احتشام الدین سلمہ

رونق افروزی و تناول طعام کی ازرومند

شمولیت برات:- ۲۲ شوال المکرم ۱۳۴۱ھ

بروز ہفتہ۔ وقت گیارہ بجے دن

دعوت ولیمہ:- ۲۳ شوال المکرم ۱۳۴۱ھ

بروز اتوار۔ وقت گیارہ بجے دن

شبستان بیگم

قوس قزح منزل

حیدرآباد۔ دکن

(۵۱)

(۱۸)

شادی کے کارڈ کی ایک ورطرز

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ مُحَمَّدٌ هُوَ وَنُصَلِّي عَلَى رَسُولِهِ الْكَرِيمِ

نرگس شہلا با النوبکیم لطیف الدین احمد ویل مائیکوٹ

کی تمنا ہے کہ ازراہ ہر بانی برخوردار بشیر الدین احمد کی
تقریب عقد میں رونق افروز ہو کر ممنون فرمائیے۔

وقت تقریب: ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۲ھ بروز جمعرات

وقت چار بجے شام

شادی کے کارڈ کے لئے مختلف اشعار

نیچے لکھے ہوئے اشعار کا رڈ کی عبات کے ساتھ پڑھائے جاسکتے ہیں۔
ذرا تکلیف تو ہوگی بلا شک آنے جاتے ہیں مگر عزت مری بڑھ جائیگی تشریف لائے ہیں

آپ کے آنے سے گھر میں روشنی ہو جائے گی

ذرہ ذرہ سے نمایاں زندگی ہو جائے گی

تشریف لا کے خوش دل بیتاب کیجئے
نہ کیجئے مجھے محسوس لطف فرمائی

ذرہ کو آفتاب جہاں تاب کیجئے
حصولِ خدمتِ اقدس کی ہوں تمنائی

عقد قرزند بھی ہے شوقِ ملاقات بھی ہے

آپ کا فرض بھی ہے حسنِ مراعات بھی ہے

کلیاں چٹک چٹک کر غل سا مٹا ہی ہیں حویس بھی اب فلک پر خوشیاں مٹا ہی ہیں

آپ آئیں تو بنے گھر چمنستان بہار

شوخی نقش قدم بهو گل خندان بهار

~~~~~

ختم شد



## جب دہلی میں غدر پڑا

اور دہلی کے باکمال پیسہ پیسہ کو محتاج ہو گئے تو وہ راز جو صدیوں سے بسینہ بسینہ چلے آتے تھے بھوک سے لاچار ہو کر انہوں نے بتلانے شروع کئے۔ غدر کی مصیبتوں اور قاتلوں سے تنگ آئے ہوئے اہل کمال اپنا ہنس اور راز کوڑیوں میں فروخت کرتے پھرتے تھے مغل بادشاہوں کے دسترخوان کے کھانے بھی راز تھے اس زمانے کے بڑے بڑے رؤسا اور جاگیردار اس فکر میں رہتے تھے کہ کسی طرح شاہی باورچی سے اُن کھانوں کی ترکیبیں دریافت کر لیں۔ مگر وہ نام رہتے تھے۔

## رضیہ کا شاہی دسترخوان

بھی اسی سلسلہ کی ایک کتاب ہے جو شاہی باورچی سے حاصل کی گئی تھی، اب اس کتاب کو جدید انگریزی و دیسی کھانوں کے اضافہ کے ساتھ شائع کر دیا گیا ہے، اس میں ہر قسم کے ناشتے آئس کریم، فالودہ، کیک، شاہی ٹکڑے، مختلف قسم کی لذیذ روٹیاں مزیدار پوریاں، پلوں، حلوے، بیسیوں قسم کی دالیں، کچھڑی، انڈے، خالینہ، فورمہ، کبابہ، مرغ، شکار، بخی دہلی کی مشہور بہاری، بنریاں، نرگسی کوشتے، مچھلی کے سالن اور کباب، قیمہ پلاؤ، مختلف اقسام، انگریزی و دیسی مٹھائیاں، ناشتہ، حلوا، سومن، پھنیاں سب قسم کے مرے چٹنیاں، بیسیوں قسم کی چائے کافی، شربت، آریس قسم کے، انگریزی کھانے، گوشت کی مٹھائیاں، کیلے کا سالن، شاہی چھلکا وغیرہ بنا نیکی مفصل اور آسان ترکیبیں درج ہیں، ضخامت دو اسی صفحات۔

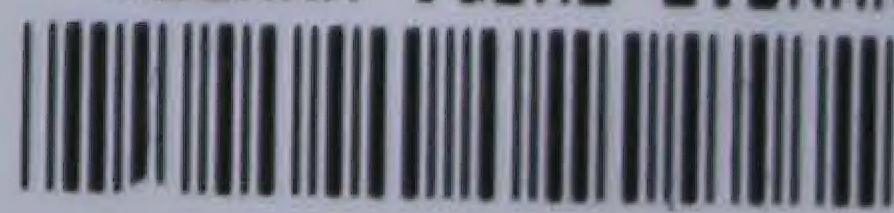
قیمت مجلد دو روپے آٹھ آنے۔ محصول الگ۔  
 ملنے کا پتہ: نیا کتاب گھر اردو بازار جامع مسجد دہلی

(رکھو نور پرنٹنگ پریس دہلی)





ALLAMA IQBAL LIBRARY



126258